مسلسل اشاعت کا
29واں سال

تنظیم اسلامی کا ترجمان

ہفت روزہ

ندائے خلافت

لاہور

33

www.tanzeem.org

18 تا 24 صفر المظفر 1442ھ/ 6 تا 12 اکتوبر 2020ء

نورِ خدا کے دشمن؟

ارشاد باری تعالیٰ ہے:

(ترجمہ): ''یہ چاہتے ہیں کہ اللہ (کے چراغ) کی روشنی (اسلام) کو منہ سے (پھونک مار کر) بجھا دیں۔ حالانکہ اللہ اپنی روشنی کو پورا کر کے رہے گا، خواہ کافر ناخوش ہی ہوں۔'' (الصف:8)

اس آیت میں یہود کی طرف اشارہ کرتے ہوئے فرمایا ہے کہ وہ اپنے منہ کی پھونکوں سے اللہ کے نور کو بجھانا چاہتے ہیں۔ سوال یہ ہے کہ یہود ہی کے بارے میں یہ بات کیوں کہی گئی کہ وہ اللہ کے نور کو گل کرنا چاہتے ہیں؟ اس سوال کا جواب معلوم کرنے کے لیے جزیرہ نمائے عرب میں اس وقت مسلمانوں کے جو دشمن موجود تھے، ان پر ایک نگاہ ڈالنی ہوگی۔ ان میں سے ایک تو مشرکین تھے جن کے سرخیل قریش مکہ تھے مگر یہ بہت بہادر اور جری لوگ تھے، سامنے سے حملہ کرتے تھے، جبکہ دوسرے دشمن تھے یہود۔ یہ انتہائی بزدل تھے۔ ان کے بارے میں سورۂ حشر میں آیا ہے کہ یہ کبھی کھلے میدان میں مقابلہ نہیں کریں گے، ہاں چھپ کر قلعوں کے اندر سے پتھراؤ کریں گے۔ ابوجہل نے تو اپنے ''دین'' کے لیے بہر حال گردن کٹوائی مگر ان میں اس کی ہمت نہیں۔ یہ تو صرف پھونکوں سے کام چلانا چاہتے ہیں کیونکہ پروپیگنڈے اور سازشوں کے سوا ان کے پاس کچھ نہیں۔ مگر ان کی سازشوں اور پروپیگنڈے کے جواب میں اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے: ''اللہ تعالیٰ اپنے نور کا اتمام کر کے رہے گا چاہے یہ کافروں کو کتنا ہی ناگوار کیوں نہ ہو''۔

آج کے حالات میں بھی اسی صورتحال کا مشاہدہ کیا جا سکتا ہے۔ گویا ؎

آگ ہے، اولاد ابراہیم ہے، نمرود ہے
کیا کسی کو پھر کسی کا امتحاں مقصود ہے؟

بعینہٖ یہی کیفیت یہود کی آج بھی ہے۔ اس وقت صیہونیت جس طرح اسلام کے اس نور کو بجھانے کی فکر میں ہے اور جس تیزی سے یہود اپنے منصوبے روبہ عمل لا رہے ہیں، اس کا اندازہ اس سے لگایئے کہ دنیا کی سب سے بڑی حکومت (Sole Supreme Power) کے سر پر بھی وہی سوار ہیں۔ انہوں نے اسلام کا راستہ روکنے کے لیے پوری دنیا میں اسلامی بنیاد پرستی اور انتہا پسندی کا ہوا بنا کر کھڑا کر دیا ہے۔

ڈاکٹر اسرار احمدؒ

اس شمارے میں

دنیا ایک بڑی جنگ کے دہانے پر
تنظیم اسلامی کی دعوت (I)
افغان امن مذاکرات: مستقبل کیا ہوگا؟
اعمالِ بد کی پاداش
ام المؤمنین سیدہ عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا
ابلیس کی مجلس شوریٰ اور حالت حاضرہ (5)

الھدیٰ (906)

ڈاکٹر اسرار احمدؒ

واپس دنیا میں لوٹنے اور خرچ کرنے کی حسرت

سُورۃُ المُؤمِنُون | بِسۡمِ اللّٰہِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِیۡمِ | آیات: 99 تا 101

حَتّٰۤی اِذَا جَآءَ اَحَدَہُمُ الۡمَوۡتُ قَالَ رَبِّ ارۡجِعُوۡنِ ﴿۹۹﴾ لَعَلِّیۡۤ اَعۡمَلُ صَالِحًا فِیۡمَا
تَرَکۡتُ کَلَّا ؕ اِنَّہَا کَلِمَۃٌ ہُوَ قَآئِلُہَا ؕ وَ مِنۡ وَّرَآئِہِمۡ بَرۡزَخٌ اِلٰی یَوۡمِ یُبۡعَثُوۡنَ ﴿۱۰۰﴾
فَاِذَا نُفِخَ فِی الصُّوۡرِ فَلَاۤ اَنۡسَابَ بَیۡنَہُمۡ یَوۡمَئِذٍ وَّ لَا یَتَسَآءَلُوۡنَ ﴿۱۰۱﴾

آیت:۹۹ ﴿حَتّٰۤی اِذَا جَآءَ اَحَدَہُمُ الۡمَوۡتُ قَالَ رَبِّ ارۡجِعُوۡنِ ﴿۹۹﴾﴾ ’’یہاں تک کہ جب ان میں سے کسی کی موت سر پر آن کھڑی ہوگی تو وہ کہے گا: پروردگار! مجھے ذرا واپس بھیج دے۔‘‘

آیت:۱۰۰ ﴿لَعَلِّیۡۤ اَعۡمَلُ صَالِحًا فِیۡمَا تَرَکۡتُ کَلَّا ؕ﴾ ’’تاکہ جو کچھ میں چھوڑ کر آیا ہوں اس میں نیک کام کروں۔ ہرگز نہیں!‘‘

اے میرے پروردگار! اب اگر تو مجھے واپس دنیا میں بھیج دے تو میں اپنے مال و اسباب کو تیرے راستے میں اور تیرے دین کی خدمت میں لٹا دوں گا!

﴿اِنَّہَا کَلِمَۃٌ ہُوَ قَآئِلُہَا ؕ﴾ ’’یہ محض ایک بات ہے جو وہ کہے گا۔‘‘

﴿وَ مِنۡ وَّرَآئِہِمۡ بَرۡزَخٌ اِلٰی یَوۡمِ یُبۡعَثُوۡنَ ﴿۱۰۰﴾﴾ ’’اور اب ان کے پیچھے ایک برزخ حائل ہے اس دن تک جب وہ اٹھائے جائیں گے۔‘‘

موت کے بعد تو اب بعث بعد الموت تک ان کے لیے عالم برزخ کی زندگی ہے۔

آیت:۱۰۱ ﴿فَاِذَا نُفِخَ فِی الصُّوۡرِ فَلَاۤ اَنۡسَابَ بَیۡنَہُمۡ یَوۡمَئِذٍ وَّ لَا یَتَسَآءَلُوۡنَ ﴿۱۰۱﴾﴾ ’’پھر جب صُور میں پھونک ماری جائے گی تو اُس دن ان میں کوئی نسبی تعلق نہیں رہے گا اور نہ ہی وہ ایک دوسرے کو پوچھیں گے۔‘‘

اُس دن ہر طرف نفسا نفسی کا عالم ہوگا اور کوئی کسی کا پُرسانِ حال نہیں ہوگا: ﴿یَوۡمَ یَفِرُّ الۡمَرۡءُ مِنۡ اَخِیۡہِ ﴿ۙ۳۴﴾ وَ اُمِّہٖ وَ اَبِیۡہِ ﴿ۙ۳۵﴾ وَ صَاحِبَتِہٖ وَ بَنِیۡہِ ﴿ؕ۳۶﴾ لِکُلِّ امۡرِیًٔ مِّنۡہُمۡ یَوۡمَئِذٍ شَاۡنٌ یُّغۡنِیۡہِ ﴿ؕ۳۷﴾﴾ (عبس) ’’جس دن انسان بھاگے گا اپنے بھائی سے، اور اپنی ماں سے اور اپنے باپ سے، اور اپنی بیوی سے اور اپنے بیٹوں سے۔ جس دن ان میں سے ہر شخص کی ایسی حالت ہوگی جو اسے (دوسروں سے) بے پروا کر دے گی۔‘‘

فرمان نبویؐ

راہِ خدا میں نکلنے کا اجر

عَنۡ اَنَسٍ رضی اللہ عنہ قَالَ قَالَ رَسُوۡلُ اللّٰہِ ﷺ: ((لَغَدۡوَۃٌ فِیۡ سَبِیۡلِ اللّٰہِ اَوۡ رَوۡحَۃٌ خَیۡرٌ مِّنَ الدُّنۡیَا وَمَا فِیۡہَا)) (متفق علیہ)

حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا ’’ایک صبح کو راہ خدا میں نکلنا یا ایک شام کو نکلنا، دنیا و مافیہا سے بہتر ہے۔‘‘

تشریح: گھر سے صبح یا شام اللہ کی راہ میں نکلنے سے جو اجر و ثواب ملتا ہے اور اِس کے نتیجہ میں آخرت میں جو نعمتیں حاصل ہوں گی وہ اس دنیا اور دنیا کی تمام چیزوں سے بہتر ہیں۔ یہ نکلنا خواہ دعوت دین، جہاد، حصول دینی تعلیم، حج اور رزق حلال کے لیے ہو، نکلنے کا مقصد اللہ تعالیٰ کی رضا و خوشنودی کا حصول اور بالواسطہ یا بلاواسطہ طور پر اسی کے فرمان کی بجا آوری ہو۔ اے اللہ! مسلمانوں کو توفیق عطا فرما کہ وہ اپنے دین کی نصرت کریں اور تیرے حکم کو سربلند کریں۔ آمین!

ہفت روزہ
لاہور
ندائے خلافت

تا خلافت کی بنا دُنیا میں ہو پھر استوار
لا کہیں سے ڈھونڈ کر اسلاف کا قلب و جگر

تنظیم اسلامی کا ترجمان، نظامِ خلافت کا نقیب

بانی: اقتدار احمد مرحوم

18 تا 24 صفر المظفر 1442ھ جلد 29
6 تا 12 اکتوبر 2020ء شمارہ 33

مدیر مسئول: حافظ عاکف سعید
مدیر: ایوب بیگ مرزا
ادارتی معاون: فرید اللہ مروت

نگران طباعت: شیخ رحیم الدین
پبلشر: محمد سعید اسعد طابع: رشید احمد چودھری
مطبع: مکتبہ جدید پریس، ریلوے روڈ، لاہور

مرکزی دفتر تنظیم اسلامی
''دارالاسلام'' ملتان روڈ چوہنگ لاہور۔ پوسٹل کوڈ 53800
فون: 79-35473375 (042)
E-Mail:markaz@tanzeem.org
مقام اشاعت: 36- کے، ماڈل ٹاؤن، لاہور۔ 54700
فون: 03-35869501 فیکس: 35834000
publications@tanzeem.org

قیمت فی شمارہ 15 روپے

سالانہ زرِ تعاون
اندرونِ ملک......600 روپے
بیرون پاکستان
انڈیا------------------------(2000 روپے)
یورپ، ایشیا، افریقہ وغیرہ (2500 روپے)
امریکہ، کینیڈا، آسٹریلیا وغیرہ (3000 روپے)
ڈرافٹ، منی آرڈر یا پے آرڈر
''مکتبہ مرکزی انجمن خدام القرآن'' کے عنوان سے ارسال کریں۔ چیک قبول نہیں کیے جاتے
Email:maktaba@tanzeem.org

''ادارہ'' کا مضمون نگار حضرات کی تمام آراء سے پورے طور پر متفق ہونا ضروری نہیں

اداریہ
ایوب بیگ مرزا

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

دنیا ایک بڑی جنگ کے دہانے پر

دنیا اِس وقت ایک بڑی جنگ کے دہانے پر کھڑی ہے۔ اس مرتبہ ایشیا جنگ کا میدان بنتا نظر آ رہا ہے۔ افغانستان کی جنگ ابھی ختم نہیں ہوئی امریکہ افغانستان سے خود نکلنا چاہتا ہے لیکن افغانستان کو بدترین خانہ جنگی میں دھکیل کر افغانستان کو مسلمانوں کی مستقل قتل گاہ بنانا چاہتا ہے۔ پھر یہ کہ امریکہ جب ویت نام سے شکست کھا کر بھاگا تھا تو ہمسایہ ملک کمبوڈیا پر یہ الزام لگا کر کہ وہ اِس کی شکست کا باعث بنا ہے وہاں بڑی سطح پر تباہی پھیلا دی تھی یہی کام اُس نے پاکستان میں بھی کیا۔ ٹی ٹی پی اور داعش جیسی دہشت گرد تنظیم کے ذریعے پاکستان کو دہشت گردی سے تباہ کرنے کی کوشش کی اور اب بھی کر رہا ہے۔ ہمیں افغانستان میں ہونے والے افغانیوں کے باہمی مذاکرات کامیاب ہوتے نظر نہیں آتے۔ لہٰذا وہاں خونریزی ختم ہونے کا کوئی امکان نہیں اور پاکستان اُس سے متاثر ہوئے بغیر نہیں رہ سکتا۔ ایشیا میں دوسرا بڑا جنگی محاذ ہند چین محاذ ہے۔ لداخ میں دونوں ممالک کی افواج آمنے سامنے ہیں۔ یہ محاذ گزشتہ جون سے گرم ہے 15 جون کو ایک تصادم میں بھارت کے کم از کم 20 فوجی ہلاک ہو گئے چین بھارت کے کئی ہزار کلومیٹر رقبہ پر قبضہ کر چکا ہے۔ اس جنگ میں تو پاکستان بالواسطہ ملوث ہے۔

حقیقت یہ ہے کہ بھارت کی حرکات وسکنات اور فوجی تیاریاں ظاہر کر رہی تھیں کہ وہ گلگت بلتستان پر حملہ کرنے والا ہے۔ ایک رائے کے مطابق پاکستان جوابی کارروائی کی تیاریاں کر رہا تھا لیکن چین نے پاکستان کو یہ کہہ کر روک دیا کہ اِس طرح پاک بھارت کھلی جنگ ہو جائے گی، لہٰذا چین نے بھارت کا راستہ خود روکنے کا فیصلہ کیا۔ بھارت دو وجوہات کی بنا پر گلگت بلتستان پر حملہ کرنا چاہتا تھا ایک یہ بھاشا ڈیم کی تعمیر میں رکاوٹ ڈالی جائے جو مستقبل میں پاکستان کا انرجی کا مسئلہ حل کر سکتا ہے اور دوسری یہ کہ سی پیک کا راستہ رُک جائے گا۔ سی پیک اور BRI چونکہ چین کے اقتصادی سپریم پاور بننے کی راہ ہموار کر سکتا ہے لہٰذا چین نے سی پیک اور BRI کو زندگی اور موت کا مسئلہ بنا لیا ہوا ہے۔ حالات و واقعات ظاہر کر رہے ہیں کہ چین اِس منصوبے کی تکمیل کے لیے آخری حد تک جانے کو تیار ہے۔ فی الحال چین اور بھارت کی کیفیت ایسی ہے جیسے دو بڑے پہلوان دنگل میں لڑتے لڑتے ہاتھوں میں ہاتھ ڈالے دنگل کو ظاہری طور پر روکے ہوئے ہیں لیکن اصلاً وہ اگلا داؤ مارنے کے لیے اپنے ذہن میں پلاننگ کر رہے ہوتے ہیں۔ ہماری رائے میں امسال نومبر دسمبر میں دونوں ممالک میں کم از کم لداخ اور اُس کے اردگرد کے علاقے میں بھرپور جنگ ہوگی اور ایک وقت آئے گا کہ پاکستان بھی اِس جنگ میں بلاواسطہ ملوث ہو جائے گا جس سے یہ جنگ کشمیر اور بعد ازاں دونوں ممالک کی تمام سرحدوں تک پھیل جائے گی واللہ اعلم۔ بھارت اور چین کے درمیان جنگ اُس وقت

عالمی جنگ میں بھی بدل سکتی ہے، اگر ساؤتھ چائنہ سی میں امریکہ اپنے اتحادی آسٹریلیا، جاپان اور بھارت کی مدد سے چین کے خلاف بحری جنگ کا آغاز کر دیتا ہے۔ لیکن ہم اِس کا امکان بہت کم سمجھتے ہیں کہ نوبت یہاں تک پہنچے گی اور امریکہ بھارت کی خاطر جنگ میں کود پڑے گا۔ حقیقت یہ ہے کہ امریکہ نے گزشتہ چند سالوں میں بھارت کو بانس پر چڑھایا اور میڈیا کے ذریعے اُسے علاقے کی سپر پاور قرار دینے کا پروپیگنڈا کیا۔ دنیا کی نظر میں بھارت کی اہمیت بڑھانے کے لیے اپنی Pacific Command کو Indo Pacific Command کا نام دیا تاکہ دنیا پر بھارت کا نفسیاتی رعب قائم کیا جا سکے۔ لیکن بھارت نے امریکہ کو بہت سے معاملات میں بُری طرح مایوس کیا۔ مثلاً جب امریکہ نے افغانستان میں بھارت کو فوج بھیجنے کا کہا تو بھارت نے صاف انکار کر دیا۔

امریکہ نے پاکستان کی بندرگاہ گوادر کی اہمیت کم کرنے کے لیے بھارت کو ایران کی بندرگاہ چاہ بہار پر سرمایہ کاری اور ایران سے اچھے تعلقات بنانے کی ترغیب دی۔ بھارت نے اِس معاملے میں ادھورے پن اور نیم دلی سے کام کیا جس پر ایران پریشان تھا۔ چین نے موقع غنیمت سمجھا، آگے بڑھ کر ایران کو چار سو بلین ڈالر کی سرمایہ کاری کی آفر کی 280 ارب تیل کی خرید اور 120 ارب انفراسٹرکچر کے لیے انوسٹ کرنے کا وعدہ کیا۔ ایران کے منہ میں پانی آ گیا اور اُس نے بھارت کو ٹھوکر مار کر نکال باہر کیا اور تمام منصوبے چین کے حوالے کر دیے۔ ساؤتھ چائنہ سی میں بھارت نے صرف ایک جہاز بھیجنے اور جاپان کے وزیراعظم سے ایک بار ٹیلی فون پر بات چیت کرنے پر اکتفاء کیا۔ حالانکہ وہاں امریکہ بڑی قوت سے موجود ہے اور بھارت اُس کی پناہ میں وہاں قیام کر سکتا ہے۔ بھارت کی اِن سب ناکامیوں نے امریکہ کو بُری طرح پریشان کیا ہے وہ امریکی میڈیا اور تھنک ٹینکس جو ہر وقت بھارت کی ہوا باندھتے رہتے تھے اب علی الاعلان کچھ کہیں یا نہ کہیں بہرحال اُنھوں نے بھارت کو امریکہ پر ایک بوجھ سمجھنا شروع کر دیا ہے۔

ایک محاذ ترکی اور یونان کے درمیان کھل چکا ہے۔ حقیقت یہ ہے کہ جوں جوں 2023ء قریب آ رہا ہے ترکی کے صدر طیب اردگان کا رویہ بڑا جارحانہ ہوتا جا رہا ہے۔ ترکی نہ صرف اپنے دشمنوں کو للکار رہا ہے بلکہ دوسرے اسلامی ممالک کے حق میں بھی کھل کر بول رہا ہے۔ اردگان کا طرزِ عمل ایسا ہے کہ عالم اسلام اُسے اپنا لیڈر بنا لے۔ اُس نے سمندر سے گیس تیل نکالنے کی مخالفت کو بھی ٹھکرا دیا ہے اور سمندر سے گیس نکالنے کا اعلان کر دیا ہے۔ البتہ یہ بھی حقیقت ہے کہ ترکی یونان جنگ میں یورپ کھل کر یونان کی پشت پر کھڑا ہے۔ لہٰذا ترکی کا یونان کو آسانی سے زیر کر لینا بھی کوئی آسان کام نہیں ہوگا۔

ترکی نے آذربائیجان اور آرمینیا کی جنگ میں بھی کھل کر مسلم ملک آذربائیجان کا ساتھ دینے کا اعلان کیا ہے۔ آذربائیجان اور آرمینیا میں توبالفعل جنگ شروع ہو چکی ہے جس میں آذربائیجان کا واضح طور پر پلہ بھاری ہے۔ ترکی آذربائیجان کو کھلم کھلا سپورٹ کر رہا ہے۔ عجب تماشا ہے کہ ایران شیعہ آبادی کے ملک آذربائیجان کی مخالفت اور آرمینیا کی حمایت کر رہا ہے۔ جبکہ اسرائیل مسلمانوں کا سب سے بڑا دشمن، مسلم ملک آذربائیجان کی مدد کر رہا ہے۔ بہرحال کچھ نہیں کہا جا سکتا کہ یہ جنگ کیا صورت اختیار کرے گی؟

امن کا سب سے بڑا دشمن اسرائیل ہے۔ بدقسمتی سے عرب اُس کی برتری تسلیم کرتے جا رہے ہیں۔ عرب حکمران اپنا اقتدار بچانے کے لیے نہ صرف فلسطینیوں کا اسرائیل کے ہاتھوں قتل عام برداشت کر رہے ہیں بلکہ اسرائیل کو خوش کرنے کے لیے خود بھی فلسطینیوں کے خلاف اقدام کر رہے ہیں۔ اور اس خوش فہمی میں مبتلا ہیں کہ امریکہ اور اسرائیل کی منت سماجت سے اُن کا اقتدار بچ جائے گا۔ سوال یہ ہے کہ کیا اسرائیل عربوں کے ناک رگڑنے پر ترس کھا کر گریٹر اسرائیل کے ایجنڈا کو پایۂ تکمیل تک پہنچانے سے باز رہے گا۔

این خیال است ومحال است وجنوں

عربوں نے اگر مکمل طور پر ہتھیار پھینک دیے تب بھی وہ اُن کو روندتا ہوا اپنے اُس ایجنڈے کو پایۂ تکمیل تک پہنچائے گا جو اُس نے اپنی پارلیمنٹ کی عمارت پر کندہ کیا ہوا ہے۔ ''اسرائیل تیری سرحدیں نیل سے فرات تک'' اِس صورت میں عرب اقتدار تو کیا، جانیں بھی نہ بچا سکیں گے۔ ان تمام حالات کا جائزہ لیں تو آسانی سے اِس نتیجہ پر پہنچا جا سکتا ہے کہ دنیا اِس وقت بارود کے ڈھیر پر کھڑی ہے اور کسی وقت بھی کوئی چنگاری اس بارود کو بھڑکتی ہوئی آگ میں تبدیل کر دے گی جو بہت کچھ جلا کر خاکستر کر دے گی۔

اللہ مسلمان ممالک کو توفیق دے کہ وہ متحد ہو کر صحیح معنوں میں ایک امت کی شکل اختیار کر لیں تاکہ اسلام دشمن قوتوں کو شکست دے سکیں۔

☆☆☆

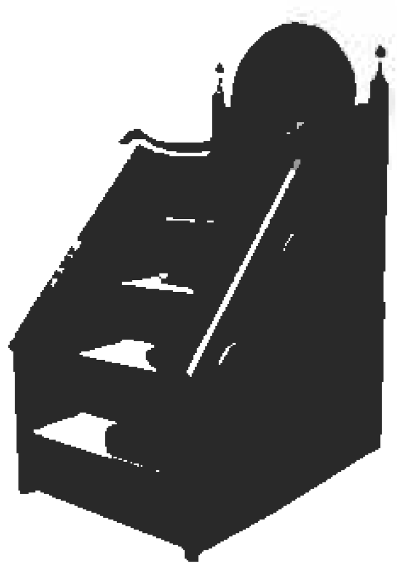

تنظیم اسلامی کی دعوت (I)

(قرآن وحدیث کی روشنی میں)

مرکز تنظیم اسلامی گوجرانوالہ میں امیر تنظیم اسلامی محترم شجاع الدین شیخ حفظہ اللہ کے 25 ستمبر 2020ء کے خطاب جمعہ کی تلخیص

خطبہ مسنونہ اور تلاوت آیات کے بعد!

آج خطاب میں جو موضوع متعین کیا گیا ہے وہ ہے تنظیم اسلامی کی دعوت۔ استاد محترم ڈاکٹر اسرار احمدؒ نے 1975ء میں اس تنظیم کو قائم کیا، وہی اس کے بانی و موسس ہیں۔ اس موضوع پر ان کے مختلف خطابات موجود ہیں۔ چنانچہ اسی کے حوالے سے کچھ گزارشات آپ کے سامنے رکھوں گا۔ البتہ جو لوگ اس کی تفصیل پڑھنا چاہیں تو ڈاکٹر صاحب کی کتاب ''تنظیم اسلامی کی دعوت'' موجود ہے۔ مزید برآں ہمارے خطاباتِ جمعہ کے علاوہ تنظیم اسلامی کے زیر اہتمام دروس قرآن کے حلقوں میں اور ہمارے تربیتی کورسز کے اجتماعات میں بھی کبھی کبھار اس موضوع کے مختلف پہلوؤں پر بیان ہوتا ہے۔ وہ مختلف پہلو یہ ہیں:

1۔ دین کا اصل مخاطب فرد ہے۔ اللہ نے جو کتاب و شریعت عطا فرمائی، پیغمبروں کو بھیجا، دین اسلام عطا فرمایا اس کا اصل موضوع میں اور آپ (یعنی فرد) ہیں۔ البتہ اس فرد سے اللہ رب العالمین کے کچھ تقاضے بھی ہیں۔ وہ تقاضے انفرادی اور اجتماعی سطح پر ہیں اور اس کے لیے اللہ نے اپنا دین مکمل کر کے عطا فرمایا اور اس کی تکمیل کا اعلان نبی اکرم ﷺ پر ہوا۔ اس تعلق سے ہماری کچھ انفرادی ذمہ داری بھی ہے اور ہماری کچھ اجتماعی ذمہ داریاں بھی ہیں جن کو اگر تین جملوں میں کہا جائے تو وہ اس طرح ہوں گے: اس اللہ کا بندہ بننا، دوسروں کو اللہ کی بندگی کی دعوت دینا اور اللہ سبحانہ وتعالیٰ کی بندگی پر مبنی نظام کو قائم کرنے کی جدوجہد کرنا ہے۔ ان فرائض کو ادا کرنے کی کوشش میں اصل مقصد آخرت کی کامیابی ہے جو ان شاء اللہ ان فرائض کو پورا کرنے والوں کو میسر آسکے گی۔

البتہ ان فرائض کو ادا کرنے کے لیے اکیلے اکیلے بندہ محنت کرے تو کافی نہیں بلکہ اجتماعیت اختیار کر کے اپنی ان دینی ذمہ داریوں کو ادا کرنا ضروری ہے۔ یعنی اجتماعیت اختیار کرنا لازمی تقاضا ہے۔ پھر اجتماعیت کو قائم کرنے کا جو طریقہ سنت سے ملتا ہے اور اُمت کی چودہ صدیوں کی تاریخ سے ملتا ہے وہ بیعت کا طریقہ ہے۔ پھر اللہ کے دین کو غالب کرنے کی جدوجہد اجتماعیت کے بغیر ممکن نہیں' اس جدوجہد کے لیے بھی طریقہ نبی اکرم ﷺ کی حیات طیبہ کے اسوہ سے لینے کی کوشش کرنا۔ البتہ نبی اکرم ﷺ کی 23 برس کی انقلابی جدوجہد میں آپ ﷺ کو کفار ومشرکین سے سابقہ پیش آیا جس میں قتال فی سبیل اللہ کا مرحلہ بھی آیا اور اللہ کا دین زمین پر سربلند ہو گیا۔ آج ہمیں

مرتب: ابو ابراہیم

دین کو غالب کرنے کی یہ جدوجہد ایک مسلمان معاشرے میں کرنی ہے اور ظاہر ہے اس جدوجہد کے راستے میں رکاوٹ بننے والے بھی مسلمان ہوں گے۔ اس تناظر میں حالات کی تبدیلی کی وجہ سے طریقہ کار کے آخری مرحلے میں کچھ فرق واقع ہو گیا ہے۔ اس حوالے سے ہماری (تنظیم اسلامی کی) کی ایک رائے ہے جو ہم اکثر بیان کرتے ہیں۔ یہ وہ بنیادی نکات ہیں جن کو بانی تنظیم اسلامی ڈاکٹر اسرار احمدؒ نے مختلف موضوعات کے طور پر تفصیلاً بیان کیا۔ خواہ وہ دینی فرائض کا جامع تصور ہو، دین کا جامع تصور ہو، اجتماعیت اور بیعت کی اہمیت ہو، منہج انقلاب نبوی ﷺ یا رسول انقلاب کا طریقہ انقلاب ہو۔ اب ہر ہر موضوع پر کتابچے موجود ہیں اور آڈیو اور ویڈیو لیکچرز بھی موجود ہیں اور کبھی ان موضوعات کو ایک جامع انداز میں ایک ترغیب کے ساتھ انہوں نے بیان فرمایا اور اس کو عنوان دیا تنظیم اسلامی کی دعوت۔ آج میں اسی کے خلاصے کو آپ کے سامنے پیش کر رہا ہوں۔

سب سے پہلی بات یہ ہے کہ اس زمین پر ایک حقیقت ایسی ہے جس کو مسلمان اور کافر دونوں تسلیم کرتے ہیں اور وہ ہے موت۔ قرآن مجید میں یہ موضوع تین مرتبہ آیا۔ سورۃ آل عمران میں فرمایا:

﴿كُلُّ نَفۡسٍ ذَآئِقَةُ الۡمَوۡتِ ؕ﴾ ''ہر ذی نفس کو موت کا مزہ چکھنا ہے''۔ (آیت: 185)

اللہ کا انکار کرنے والے ملحد قسم کے لوگ آج بھی زمین پر موجود ہیں لیکن موت کا انکار کرنے والا ایک بھی نہیں ملے گا۔ ایسی مشترکہ طور پر مانی جانے والی حقیقت جس کا کوئی بھی انکار نہیں کر سکتا وہ موت ہے۔ پھر سورۃ الحشر کی آیت 18 میں فرمایا:

﴿يٰۤاَيُّهَا الَّذِيۡنَ اٰمَنُوا اتَّقُوا اللّٰهَ وَلۡتَنۡظُرۡ نَفۡسٌ مَّا قَدَّمَتۡ لِغَدٍ ۚ﴾ ''اے اہل ایمان! اللہ کا تقویٰ اختیار کرو اور ہر جان کو دیکھتے رہنا چاہیے کہ اُس نے کل کے لیے کیا آگے بھیجا ہے!''

کل سے مراد قیامت ہے جس میں ہر ایک کو اللہ کے سامنے پیش ہونا ہے اور اکیلے اکیلے پیش ہونا ہے۔ سورہ مریم میں فرمایا:

﴿وَكُلُّهُمۡ اٰتِيۡهِ يَوۡمَ الۡقِيٰمَةِ فَرۡدًا ۝۹۵﴾ ''اور قیامت کے دن سب کے سب آنے والے ہیں اس کے پاس اکیلے اکیلے''۔

میری اور آپ کی کل آج بھی آسکتی ہے۔ حدیث میں آتا ہے کہ ((من مات فقد قامت قیامته))

''جو مر گیا اس کی تو قیامت واقع ہوگئی۔''اب وہ کیسے آسمان کو پھٹتا ہوا اور زمین کو شق ہوتا ہوا اور سمندر کو ابلتا ہوا یا قیامت کی جو دوسری علامات ہیں' ان کو دیکھ سکے گا۔اس کو تو تب پتا چلے گا جب روز محشر میں کھڑا کیا جائے گا۔ سورۃ الحشر میں آگے فرمایا:

﴿وَاتَّقُوا اللّٰهَ ط اِنَّ اللّٰهَ خَبِيْرٌ م بِمَا تَعْمَلُوْنَ ﴿١٨﴾﴾

''اور اللہ کا تقویٰ اختیار کرو' یقیناً تم جو کچھ کر رہے ہو اللہ اُس سے باخبر ہے۔''

دنیا میں ہمارے مختلف مسائل ہیں جیسے بھوک، پیاس، بجلی کا بحران، مہنگائی، ظالم حکمرانوں کا مسلط کر دیا جانا وغیرہ۔لیکن یہ مسئلے تب تک ہیں جب تک ہم زمین میں دو فٹ نیچے نہیں چلے جاتے۔اصل مسئلہ اس کے بعد کا ہے۔اللہ کی کتاب اور پیغمبر کی تعلیم یہی بتاتی ہے کہ تمہارا اصل مسئلہ دنیا کا نہیں ہے۔بلکہ ﴿وَاِنَّ الدَّارَ الْاٰخِرَةَ لَهِيَ الْحَيَوَانُ﴾ ''اور آخرت کا گھر ہی یقیناً اصل زندگی ہے۔!''(العنکبوت:64)

اس دنیا کی کامیابی کوئی کامیابی نہیں، یہاں کی ناکامی کوئی ناکامی نہیں۔اصل کامیابی یا ناکامی آخرت کی زندگی کی ہے جو ہمیشہ رہنے والی ہے۔قرآن کہتا ہے:

﴿ذٰلِكَ يَوْمُ التَّغَابُنِ ط﴾ ''وہی ہے ہار اور جیت کے فیصلے کا دن۔''(التغابن:9)

اصل جیت اس کی ہوگی جو وہاں جیتے گا اور اصل ہار اس کی ہوگی جو وہاں ہارے گا۔دنیا عمل کا موقع ہے، آخرت جزا کا موقع ہے۔یہ دنیا دارالعمل ہے اور آخرت دارالجزاء ہے۔ دراصل یہ ہے ہمارا سب سے بڑا مسئلہ جس کے بارے میں ہمیں سوچنا اور فکر کرنا چاہیے۔اس مسئلے کے حل کے حوالے سے اللہ تعالیٰ نے ایک مکمل دین عطا فرمایا۔قرآن میں فرمایا:

﴿اِنَّ الدِّيْنَ عِنْدَ اللّٰهِ الْاِسْلَامُ قف﴾ ''یقیناً دین تو اللہ کے نزدیک صرف اسلام ہی ہے۔''(آل عمران:19)

دین سے مراد نظام زندگی ہے۔یعنی سسٹم آف لائف۔جو بندہ بھی زمین پر بھیجا گیا اس کو یہ دین بتائے گا کہ تمہارا دنیا میں رہنے کا ڈھنگ کیا ہونا چاہیے، سسٹم آف لائف کیا ہونا چاہیے کہ تم دنیا کی زندگی میں بھی سرخرو ہو جاؤ اور آخرت بھی سنور جائے۔اللہ کہتا ہے اس کے لیے اسلام ہی بطور دین (نظام) قابل قبول ہے اور دین کا اصل مخاطب فرد ہے۔اللہ نے جو دین پیغمبروں کے ذریعے عطا فرمایا اصلاً وہ اس فرد کی راہنمائی کے لیے ہے کہ یہ فرد اس طور سے زندگی بسر کرے کہ اپنا اصل مسئلہ حل کر لے، اپنی اصل زندگی یعنی آخرت کی فکر کر لے اور وہاں کی اصل کامیابی کو حاصل کر لے۔اس لیے کہ اللہ کے نزدیک اصل کامیابی وہاں کی ہے۔اب میں چار دوسری آیات آپ کے سامنے رکھ کر ایک مختصر نتیجہ پیش کرنا چاہوں گا۔اسی سورہ آل عمران کی آیت 85 میں اللہ نے فرمایا:

﴿وَمَنْ يَّبْتَغِ غَيْرَ الْاِسْلَامِ دِيْنًا فَلَنْ يُّقْبَلَ مِنْهُ ج﴾ ''اور جو کوئی اسلام کے سوا کوئی اور دین اختیار کرنا چاہے گا تو وہ اس کی جانب سے قبول نہیں کیا جائے گا۔''

یہ اللہ کا دوٹوک فیصلہ ہے۔دنیا والوں کے جو بھی نظام ہوں وہ اللہ کے ہاں قابل قبول نہیں ہیں۔اللہ کے ہاں قابل قبول سسٹم آف لائف فقط اسلام ہے۔ پھر سورۃ المائدہ میں اللہ فرماتا ہے:

﴿اَلْيَوْمَ يَئِسَ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا مِنْ دِيْنِكُمْ﴾

''اب یہ کافر لوگ تمہارے دین سے مایوس ہو چکے ہیں''

(آیت:3)

یہ دین تو حضرت آدم علیہ السلام کے دور سے چلا آ رہا ہے اور آخر میں اس کی تکمیل کا اعلان نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پر ہوا۔ یہ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی شان اور آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی عظمت کا بیان بھی ہے۔اللہ فرماتا ہے کہ میں نے اسے مکمل کر کے دیا اور نعمت کے طور پر دیا۔یہ دین نعمت ہے زحمت نہیں۔آج معاذ اللہ' اللہ کو ماننے والے مسلمان شریعت کا مذاق اڑا رہے ہیں۔ان کو سود سے بچنے کا حکم عجیب لگ رہا ہے، ان کو قرضے کا حکم عجیب لگ رہا ہے، ان کو شریعت کا معاشرے میں مرد و زن کا اختلاط اور فحاشی سے منع کرنا عجیب لگ رہا ہے۔لیکن اللہ کہتا ہے کہ میں نے یہ دین آپ کو نعمت

پریس ریلیز 12 اکتوبر 2020ء

اعتراف جرم کے باوجود بابری مسجد شہید کرنے والوں کو بری کرنا شرمناک فیصلہ ہے۔

شجاع الدین شیخ

اعتراف جرم کے باوجود بابری مسجد شہید کرنے والوں کو بَری کرنا شرمناک فیصلہ ہے۔ یہ بات امیر تنظیم اسلامی شجاع الدین شیخ نے ایک بیان میں کہی۔انہوں نے کہا کہ حقیقت یہ ہے کہ صرف مودی انتظامیہ ہی نہیں بلکہ بھارت کے تمام ادارے، بشمول عدلیہ، ہندوتوا کے نظریہ کو آگے بڑھا رہے ہیں اور یہ واضح کر رہے ہیں کہ ہندوستان میں ہندوازم کے سوا کسی دوسرے مذہب کی گنجائش نہیں۔انہوں نے کہا کہ عالمی سطح پر عدالتی فیصلے کی یہ انوکھی نظیر ہوگی کہ فیصلہ کے بعد رہا شدہ ملزم نے بزبان خود یہ کہا کہ اُس نے بابری مسجد شہید کی تھی اور یہ ہندو مذہب اور قوم کی فتح ہے، لیکن اس اعتراف کے باوجود عدالت اُسے رہا کر رہی ہے۔ فلک نے انسانی تاریخ میں انصاف کا یوں خون ہوتے کبھی نہ دیکھا ہوگا۔انہوں نے کہا کہ بھارت میں مسلمانوں کو خاص طور پر ظلم و ستم کا نشانہ بنایا جا رہا ہے۔بی جے پی کے بعض رہنما تو یہ دعویٰ بھی کر چکے ہیں کہ 2021ء کے بعد ہندوستان میں ہندوؤں کے سوا کوئی نہیں ہوگا۔انہوں نے کہا کہ عالم اسلام اگر ان ظالمانہ اور جابرانہ فیصلوں پر خاموشی اختیار کیے رکھتا ہے اور ان کی طرف سے کوئی موثر ردعمل سامنے نہیں آتا تو اس طرح کے فیصلے ہوتے رہیں گے اور مسلمانوں پر مظالم بڑھتے چلے جائیں گے۔

(جاری کردہ: مرکزی شعبہ نشر و اشاعت، تنظیم اسلامی، پاکستان)

کے طور پر دیا ہے۔ آگے فرمایا:

﴿وَرَضِيْتُ لَكُمُ الْاِسْلَامَ دِيْنًا﴾ ’’اور تمہارے لیے میں نے پسند کرلیا ہے اسلام کو بحیثیت دین کے۔‘‘ (المائدۃ:3)

دین سے مراد مکمل نظام زندگی ہے۔ ہمارے ہاں ایک تصور انگریزی لفظ Religion کا ہے جس کا ترجمہ عام طور پر مذہب کیا جاتا ہے اور مذہب کا مغرب نے جو تصور دیا اسی کو ہمارے ہاں سند مانا جاتا ہے کہ Religion is the private affair۔ یعنی مذہب تمہارا ذاتی معاملہ ہے، اس کا ریاست کے معاملات میں کوئی دخل نہیں۔ یہ مغرب کا تصور ہے۔ جبکہ اللہ اسلام کو بطور religion (انفرادی زندگی تک محدود) پسند نہیں فرماتا بلکہ اللہ اسلام کو بطور دین پسند فرماتا ہے۔ اللہ کہتا ہے کہ میں نے اسلام کو تمہارے لیے دین (نظام) کے طور پر پسند کیا۔ دین کا بہتر ترجمہ اردو میں نظام اور انگریزی میں سسٹم آف لائف بنتا ہے۔ پھر سورۃ البقرۃ کی آیت 208 میں فرمایا:

’’اے اہل ایمان! اسلام میں داخل ہو جاؤ پورے کے پورے۔ اور شیطان کے نقش قدم کی پیروی نہ کرو، وہ تو یقیناً تمہارا بڑا کھلا دشمن ہے۔‘‘

اسلام میں پورے کے پورے داخل ہو جاؤ سے مراد یہ ہے کہ ایسا نہیں ہونا چاہیے کہ اس کے کچھ حصے پر عمل کرلیا اور کچھ حصہ چھوڑ دیا۔ ایمان تو لے آئے لیکن نماز کی پابندی نہیں۔ نماز کی پابندی کر لی مگر سود نہیں چھوڑا جا رہا۔ زکوٰۃ بالکل درست ادا ہو رہی ہے لیکن حرام نہیں چھوڑا جا رہا ہے۔ نفل نمازوں کا اہتمام ہو رہا ہے لیکن پردے کے احکامات کی دھجیاں بکھیری جا رہی ہیں۔ مسجدیں خوب عالی شان بنائی جا رہی ہیں مگر یہ زمین جو اللہ کی ہے، اس پر اللہ کے احکامات کی کھلی خلاف ورزی ہو رہی ہے۔ سود کا نظام جاری رکھ کر اللہ اور اس کے رسول ﷺ سے علی الاعلان جنگ کی جا رہی ہے۔ یہ جو تقسیم اور کچھ لو اور کچھ دو کا معاملہ ہے یا پک اینڈ چوز کا جو معاملہ ہے یہ اللہ کے ہاں قبول نہیں ہے۔ اس آیت کی رو سے گویا اگر پورے کے پورے اسلام پر عمل کے لیے محنت نہیں ہو رہی تو پھر یہ اپنی مرضی کا اسلام ہے جس کی پیروی ہو رہی ہے۔ تلخ بات ہے مگر حق بات ہے۔ اگر پورے اسلام پر عمل کی کوشش نہیں ہو رہی تو یہ شیطان کے راستے پر چل پڑنے کا معاملہ ہے۔

چنانچہ سورۃ البقرۃ کی آیت 85 میں فرمایا:

’’تو کیا تم کتاب کے ایک حصے کو مانتے ہو اور ایک کو نہیں مانتے؟ تو نہیں ہے کوئی سزا اس کی جو یہ حرکت کرے تم میں سے، سوائے ذلت و رسوائی کے دنیا کی زندگی میں۔ اور قیامت کے روز وہ لوٹا دیے جائیں گے شدید ترین عذاب کی طرف۔ اور اللہ تعالیٰ غافل نہیں ہے اُس سے جو تم کر رہے ہو۔‘‘

یہ یہود کا طرز عمل ہے۔ وہ تورات کو کتاب الٰہی مانتے تھے مگر کچھ پر عمل کرتے تھے اور باقی کو چھوڑ دیتے تھے۔ ایسا جزوی اسلام اللہ کے ہاں قابل قبول نہیں۔

چنانچہ قرآن کی ان پانچ آیات کا حاصل یہ ہے:

1۔ اللہ کے ہاں قابل قبول دین (نظام) فقط اسلام ہے۔

2۔ اللہ نے یہ دین مکمل فرما کر عطا کیا۔

3۔ اللہ فرماتا ہے پورے کے پورے اسلام میں داخل ہو جاؤ۔

4۔ دین کے کچھ حصے پر عمل کرنا اور کچھ پر نہ کرنا اللہ کے ہاں قابلِ قبول نہیں ہے۔

یہاں دو باتیں بیان ہوئیں۔ ایک یہ کہ دین کا اصل مخاطب فرد ہے۔ وہ بندے کو بتاتا ہے کہ دنیا میں کونسا سسٹم آف لائف اختیار کرنا ہے کہ آخرت کی اصل کامیابی حاصل ہو جائے۔ دوسری بات یہ بیان ہوئی کہ اللہ نے جو دین عطا فرمایا ہے وہ مکمل ضابطۂ حیات ہے۔ اللہ فرماتے ہیں کہ اس پورے کے پورے دین میں داخل ہونے کی کوشش کرو۔ دین اسلام انفرادی اور اجتماعی زندگی دونوں کے لیے کامل راہنمائی عطا کرتا ہے۔ اب اس پورے تناظر میں ہم سمجھیں گے کہ ایک مسلمان کی بنیادی دینی ذمہ داریاں کیا ہیں؟

مسلمان کے دینی فرائض:

(1) خود اللہ کا بندہ بننا (2) دوسروں کو اللہ کی بندگی کی دعوت دینا۔ (3) اللہ سبحانہ وتعالیٰ کی بندگی پر مبنی نظام کو قائم کرنے کی جدوجہد کرنا۔

گویا پہلا فرض اللہ کا بندہ بننا ہے۔ ہم نماز کی ہر رکعت میں اس عہد کو دہراتے ہیں۔

﴿اِيَّاكَ نَعْبُدُ﴾

یہاں ہماری زندگی کا اصل مقصد بھی ہمارے سامنے آ جاتا ہے کہ اللہ نے ہمیں کیوں پیدا کیا؟ یعنی عبادت کے لیے۔ سورۃ الذاریات میں ارشاد باری تعالیٰ ہے:

﴿وَمَا خَلَقْتُ الْجِنَّ وَالْاِنْسَ اِلَّا لِيَعْبُدُوْنِ ۝۵۶﴾

’’اور میں نے نہیں پیدا کیا جنوں اور انسانوں کو مگر صرف اس لیے کہ وہ میری بندگی کریں۔‘‘

بہت مشہور شعر ہے:

زندگی آمد برائے بندگی
زندگی بے بندگی شرمندگی

اگر یہ بندگی نہ کی تو پھر اللہ کے ہاں شرمندگی ہو گی۔ چونکہ کل (قیامت) کا مسئلہ اصل مسئلہ ہے۔ لہٰذا کل کی شرمندگی اور ناکامی سے بچنے کے لیے مقصد حیات کو پورا کرنا ضروری ہے اور وہ مقصد ہے اللہ سبحانہ وتعالیٰ کی عبادت کرنا۔ اس کی تفصیل میں اہل علم دو موٹے موٹے اجزاء بیان فرمائے ہیں۔ یعنی غایت الحب اور کامل اطاعت۔ یعنی اللہ کے ساتھ حد درجہ کی محبت ہو اور اس کی کلی اور کامل اطاعت کی کوشش کی جائے۔ گویا عبادت کا اصل مفہوم حد درجہ محبت کے ساتھ اللہ کی کلی اطاعت کی کوشش کرنا ہے۔ لیکن شرعی طور پر اس کا مفہوم ہے اپنے آپ کو اللہ کے سامنے جھکا دینا۔ ان دو اجزاء کے حوالے سے ارشاد باری تعالیٰ ہے:

﴿وَالَّذِيْنَ اٰمَنُوْٓا اَشَدُّ حُبًّا لِّلّٰهِ﴾ ’’اور جو لوگ واقعتاً صاحب ایمان ہوتے ہیں ان کی شدید ترین محبت اللہ کے ساتھ ہوتی ہے۔‘‘ (البقرۃ:165)

یہ عنصر آج ہمارے ہاں بہت مفقود نظر آتا ہے۔

اللہ ہمارا خالق ہے، وہ ہمارا رازق ہے، ماں کیا کروڑوں ماؤں سے بڑھ کر محبت کرنے والا ہے، وہ رب العالمین ہے، ہم جب اپنی ماں کے بطن میں تھے تب سے ہماری حاجات کو پورا کرنے والا ہے۔ وہ ہر ایک حاجت کو پورا کرنے والا ہے۔ سورۃ الرحمن میں فرمایا:

﴿فَبِاَيِّ اٰلَآءِ رَبِّكُمَا تُكَذِّبٰنِ ۝۱۳﴾ ’’تو تم دونوں (گروہ) اپنے رب کی کون کونسی نعمتوں اور قدرتوں کا انکار کرو گے؟‘‘

اسی طرح سورۃ الانعام میں فرمایا:

﴿قُلْ اِنَّ صَلَاتِيْ وَنُسُكِيْ وَمَحْيَايَ وَمَمَاتِيْ لِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِيْنَ ۝۱۶۲﴾ ’’آپ کہیے میری نماز، میری قربانی، میری زندگی اور میری موت اللہ ہی کے لیے ہے جو تمام جہانوں کا پروردگار ہے۔‘‘

لہٰذا عبادت کا تقاضا یہ ہے کہ ہمیں ہمارے خالق، مالک اور رازق کے ساتھ انتہائی درجے کی محبت ہو اور اس محبت کا تقاضا ہے کہ پھر ہم اس ذات باری تعالیٰ کی کلی اطاعت بھی کریں۔ (جاری ہے)

انجینئر مختار فاروقی
0301-6998587
Email:hikmatbaalgha@yahoo.com

19 پس چہ باید کرد اے اقوامِ شرق

اے مشرق کے لوگو! اب کیا کرنا چاہیے؟

53

گوہرش تف دار و در لعلش رگ است
مشکِ ایں سوداگر از نافِ سگ است

ترجمہ حالیہ عالمی مغربی صہیونی تہذیب کا موتی (جاری پالیسی) عیب دار ہے اور اس کے لعل (قرضوں کی جنگ کی پالیسی) میں لکیر (نقص) ہے اور اس خدابےزار (سیکولر و لبرل) سوداگر (فرنگ، امریکہ) کے پاس جو 'مشک' ہے وہ (انسان دشمن مسحور کن ڈپلومیسی فطری نہیں بلکہ) کتے کی ناف سے نکلی ہے ★

تشریح حالیہ مغربی (فرنگی) تہذیب کی بنی ہوئی ہر چیز (پالیسی) دینِ اسلام کے خلاف ہے۔ اس کے گوہر (موتی) عیب دار اور اس کے لعل (قرضوں کی پالیسی کے دلربا اور دلکش انداز اور مستقبل کے خواب) سب نقص والے ہیں، ان سے اجتناب لازم ہے۔ جیب میں جتنے پیسے ہوں ان سے چیزیں خریدو، قسطوں پر ادھار (عیاشی کا) سامان مت خریدو۔ مغربی تاجر اور کمپنیاں اپنے سیلز مین کے ذریعے چاپلوسی سے اپنی گھٹیا مصنوعات کو عمدہ اور پائیدار ظاہر کر کے دھوکا دے کر گاہک کو خریدنے پر مجبور کر دیتے ہیں اور قرضہ پر لی ہوئی چیز کی ابھی قسطیں ادا نہیں ہوتیں کہ وہ خراب ہو جاتی ہے اور انسان روتا رہتا ہے۔ سیلز مین کی چالاکی اور جھوٹی تعریفیں سن کر پاگل مت ہو جاؤ۔ جدید مغربی کمپنیوں کے نمائندے جس کو مشک (MUSK) کہہ کر بیچتے ہیں (اصلی مشک ہرن کی ناف سے نکلتا ہے) وہ دراصل ہرن (نر) کے ناف سے نہیں بلکہ کتے کی ناف سے نکال کر لاتے ہیں۔

54

رہزنِ چشمِ تو خوابِ مخملش
رہزنِ تو رنگ و آبِ مخملش

ترجمہ اس فرنگی (و امریکی) تہذیب کی مخمل (MODREN COMFORTS اور فلمی ستاروں کا اخلاق سوز لائف سٹائل) تمہاری بینائی کی رہزن (دشمن) ہے اس مخملی (حیوانی تہذیب) کے انداز ابلیسی اور (اے مسلمان! تجھے دوست بن کر) لوٹنے والے ہیں

تشریح اس فرنگی مغربی صہیونی ابلیسی تہذیب کی ہر پالیسی، ہر PRODUCT اور ہر میڈیا پروگرام کے پیچھے کوئی غرض اور مقصد اور EVIL CAUSE چھپی ہوتی ہے۔ اے مسلمان! اس سے متنبہ ہو جا اور اس ابلیسی تہذیب کی مخمل سے بھی دھوکہ نہ کھا کہ وہ بظاہر نرم و ملائم ہے مگر دراصل تیرے دینِ اسلام اور نبی حضرت محمد ﷺ کے طرزِ زندگی (LIFE STYLE) کی دشمن ہے۔ مغرب کی یہ خوبصورت سہولتیں اور فلمی ستاروں اور کرکٹ سٹارز کا فحش و بے حیا لائف سٹائل تمہاری بینائی کا دشمن (دھوکہ) ہے۔ اس مغربی اندازِ حکمرانی و اندازِ تجارت پر دوستی دشمنی کے انداز اور UNO کے بظاہر بے ضرر پروگراموں میں بھی اسلام دشمنی، دین دشمنی اور خدابےزار کے پروگرام چھپے ہوئے ہوتے ہیں جو کچھ عرصے بعد ظاہر ہوتے ہیں۔ اسی بات سے اندازہ کر لیں کہ ہمارے پیغمبر ﷺ نے فرمایا کہ میرے صحابہ رضی اللہ عنہم تمہارے لیے ستاروں کی مانند ہیں۔ ان کے پیچھے چلو اور راہِ راست پالو۔ مگر آج کا مغربی کلچر اور تہذیب اور ان کا نمائندہ ہمارا میڈیا ہمارے رہنما ہمارے اخبار اور ہمارے کھیل یہ تعلیم دے رہے ہیں کہ تم کس چکر میں ہو؟ صحابہ رضی اللہ عنہم ستارے نہیں بلکہ یہ فلمی ستارے (انڈین فلمی صنعت بالی وڈ اور امریکی ہالی وڈ کے بے حیائی، عریانی، بدکاری کے نمائندے مرد و زن) اور کرکٹ سٹارز اصل ستارے ہیں ان کا ابلیسی لائف سٹائل اختیار کرو اور مغرب کے رنگ میں رنگ جاؤ۔

55

صد گرہ افگندۂ در کارِ خویش
از قماشِ او مکن دستارِ خویش

ترجمہ (اے مسلمان!) تو نے فرنگ (و مغرب) کی غلامی میں مطمئن ہو کر اپنے قومی و ملّی معاملات میں سو اُلجھنیں پیدا کر لی ہیں۔ (ذرا جاگ) اور اس رہزن (UNESCO WB, IMF, UNO) کے کپڑے (مالی امداد) سے اپنی پگڑی نہ بنا (اس کو عزت کا سبب نہ سمجھ)

تشریح اے مسلمان! تو نے فرنگی (صہیونی ایسٹ انڈیا کمپنی اور منحوس برطانوی) استعمار کی غلامی پر مطمئن ہو کر کیا پایا۔ اس غلامی پر مطمئن ہو کر (اور اس کے خلاف جدوجہد نہ کر کے تم نے) اپنے لیے سو مشکلات (کام میں گرہیں) پیدا کر لی ہیں مغرب بظاہر قرآن تقسیم کر کے مسجد بنائے تب بھی اس کے کام سے گریز کرو اور اسے مسجدِ ضرار ہی سمجھ کہ اس مغربی اقدام میں کوئی نہ کوئی 'لُچ' ہی پوشیدہ ہو گا اور UNO کی امداد ہو، IMF,WB کے قرضے ہوں، امریکی امداد ہو اور UNESCO کے پروگرام ہوں ان سے فائدہ مت اٹھا اور اپنے لائف سٹائل کو اونچا کر کے دھوکا مت کھا کہ اب میں عزت والا ہو گیا ہوں، مغربی مالی امداد سے تم پگڑی بھی بنا کر عزت نہیں حاصل کر سکتے۔ اس سے اجتناب ضروری ہے۔ ماضی قریب میں کئی ممالک کی مثالیں موجود ہیں جنہوں نے غیر ملکی مصنوعات کی درآمد بند کر کے اپنے وسائل کے بل بوتے پر ترقی کر لی۔

★ اسی لیے مغربی کلچر گھروں میں کتے پالنے اور ان کو اپنے بستروں میں ساتھ لٹانے والا کلچر ہے۔

انٹرا افغان مذاکرات امن کی جیت تو نہیں ہیں لیکن اصلاً یہ ریاستی دہشت گردی کی بدترین شکست ہے: ایوب بیگ مرزا

افغان طالبان نے 19 سال جنگ اس لیے نہیں لڑی کہ آخر میں وہ امریکی سرپرستی میں بننے والی قومی حکومت میں شامل ہو جائیں۔ لہٰذا افغان امن مذاکرات کامیاب ہوتے دکھائی نہیں دیتے: ڈاکٹر محمد عارف صدیقی

افغان امن مذاکرات: مستقبل کیا ہوگا؟ کے موضوعات پر

حالات حاضرہ کے منفرد پروگرام ”زمانہ گواہ ہے“ میں معروف دانشوروں اور تجزیہ نگاروں کا اظہار خیال

میزبان: وسیم احمد

سوال: افغان امن مذاکرات کا مستقبل کیا ہوگا؟

ڈاکٹر محمد عارف صدیقی: سب سے پہلے میں ان مذاکرات کا پس منظر واضح کر دوں۔ امریکہ نے جب افغانستان پر حملہ کیا تو یہ کہا کہ یہاں دہشت گرد ہیں، یہاں عسکریت پسند ہیں، یہاں حکومت ہے ہی نہیں، لہٰذا ہم اس کو مانتے ہی نہیں۔ چنانچہ جنگ ہوئی۔ مذاکرات کا کہا گیا تو امریکہ نے کہا کہ ہم طالبان سے مذاکرات قطعاً نہیں کریں گے۔ پوری دنیا کو منع کیا کہ طالبان سے کوئی مذاکرات نہیں کرے گا۔ پھر اسی امریکہ نے طالبان سے مذاکرات پر آمادگی ظاہر کی۔ یہ اس کی پہلی شکست تھی۔ پھر امریکہ نے کہا کہ ہم طالبان سے براہ راست مذاکرات نہیں کریں گے بلکہ وہ افغان گورنمنٹ سے مذاکرات کریں۔ جبکہ طالبان کا موقف تھا کہ موجودہ افغان حکومت کٹھ پتلی حکومت ہے، ناجائز حکومت ہے، ہم ان سے مذاکرات نہیں کریں گے، جنگ ہماری اور تمہاری ہے لہٰذا مذاکرات بھی براہ راست ہمارے اور تمہارے درمیان ہوں گے۔ چنانچہ امریکہ کو یہ ماننا پڑا۔ یہ اس کی دوسری شکست تھی۔ پھر امریکہ نے کہا کہ ٹھیک ہے مذاکرات ہمارے درمیان ہوں گے لیکن معاہدہ کو تحریری شکل میں لے کر آئیں۔ اس پر طالبان نے کہا کہ معاہدہ ہم سے نہیں ہوگا بلکہ اس دور کے طالبان سے ہوگا جن پر تم نے حملہ کیا تھا۔ یعنی فریق دوم امارت اسلامیہ ہوگی۔ گویا 19 سال پہلے جس حکومت کو نہ مانتے ہوئے، پوری دنیا پر دباؤ ڈالتے ہوئے اور اقوام متحدہ کے ذریعے اسے دہشت گرد قرار دینے کے بعد جس حکومت کا وجود اپنے تئیں امریکہ نے ختم کر دیا تھا، آخر نہ چاہتے ہوئے بھی امریکہ کو معاہدہ اسی حکومت سے کرنا پڑا۔ یعنی امریکہ کو تیسری شکست تسلیم کرنی پڑی اور وہاں پر معاہدہ مابین امریکہ اور امارت اسلامیہ لکھا گیا۔ پھر امریکہ نے کہا کہ ہم نے تمہاری باتیں مان لی ہیں لہٰذا اب تم ہمارے مفادات کی نگران افغان حکومت سے معاہدہ کرو تو طالبان نے کہا کہ یہ معاہدہ تب ہوگا جب تم پہلے ہمارے قیدی چھوڑو گے۔ امریکہ نے کہا پہلے ہم مذاکرات کرتے ہیں، وہ کسی نتیجے پر پہنچیں گے تو قیدی بھی چھوڑ دیں گے۔ طالبان نے

مرتب: محمد رفیق چودھری

کہا نہیں! پہلے ہمارے قیدی چھوڑے جائیں۔ چنانچہ چوتھی مرتبہ بھی امریکہ کو خاک چاٹنی پڑی اور لیت ولعل سے کام لیتے ہوئے طالبان قیدیوں کو چھوڑنے پر مجبور ہوا۔ یہ اس کی چوتھی شکست تھی۔ یہ چار شکستیں کھانے کے بعد اب مذاکرات کا عمل شروع ہوا ہے۔ اس کے بعد جو ہو رہا ہے ہم سمجھ رہے ہیں کہ شاید وہ افغانستان کے امن اور بہتری کے لیے ہے لیکن قطعاً ایسا نہیں ہے۔ درحقیقت اس کا اگلا مرحلہ امریکہ کی صدارتی جنگ ہے۔ یعنی افغان مذاکرات کا اگلا دور افغانستان سے متعلقہ نہیں ہے بلکہ اس کا تعلق امریکہ کے صدارتی الیکشن سے ہے جس کے ذریعے ٹرمپ اپنے آپ کو محفوظ اور فاتح کہلوانا چاہتا ہے۔ ان مذاکرات کے اگلے فیز میں امریکہ چاہتا ہے کہ اس کی سرپرستی میں افغانستان میں ایک مشترک افغان حکومت بنائی جائے جو ایک ناممکن عمل ہے۔ سوال یہ ہے کہ کیا طالبان نے 19 سال یہ جنگ اس لیے لڑی تھی کہ آخر میں امریکی سرپرستی میں ایک قومی حکومت میں شامل ہو جائیں؟ یقیناً نہیں۔ کیونکہ انہوں نے ان مذاکرات میں فریق ثانی بھی امارات اسلامیہ لکھوایا ہے۔ لہٰذا کسی بھی صورت یہ مذاکرات کامیاب ہوتے دکھائی نہیں دیتے۔

ایوب بیگ مرزا: یہ مذاکرات امریکہ کی نگرانی میں نہیں بلکہ امریکہ کی موجودگی میں ہو رہے ہیں اور نگرانی اور موجودگی میں فرق ہے۔ امریکہ وہاں موجود ہے۔ اس سے پہلے وزیر خارجہ مائیک پومپیو نے خطاب بھی کیا۔ میرے علم کے مطابق باقاعدہ مذاکرات ابھی شروع نہیں ہوئے۔ انہوں نے 22 ستمبر کی تاریخ مقرر کی تھی کہ ہم ایس او پیز طے کریں گے، ایس او پیز پر بھی کافی جھگڑے ہوئے اور ہر قدم پر امریکہ کو شکست قبول کرنی پڑ رہی ہے۔ اصل میں کسی طاقت کے لیے اپنی شکست تسلیم کرنا بہت مشکل کام ہوتا ہے۔ برطانیہ نے افغانستان پر حملہ کیا اور اسے جب شکست ہوئی تو اس نے اپنی شکست تسلیم کر لی۔ جب روس افغانستان میں آیا تھا تو مارگریٹ تھیچر نے اسے کہا تھا:

"We learnt our lesson and you will learn your lesson."

یعنی ہم نے ایک سبق سیکھا تھا اور تم بھی سبق سیکھو گے۔ اسی طرح سوویت یونین کو شکست ہوئی تو اس نے بھی باقاعدہ اس شکست کو تسلیم کر لیا۔ امریکہ کا مسئلہ یہ ہے کہ اس کی ناک بہت بڑی ہے۔ وہ اپنی اس شکست کو تسلیم نہیں کرنا چاہتا کہ دنیا یہ نہ کہے کہ امریکہ جیسی عظیم سپر پاور شکست سے دوچار ہوئی ہے۔ اس میں کوئی شک نہیں ہے کہ دنیا کی تاریخ میں امریکہ جیسی طاقتور سپر پاور پہلے کبھی نہیں آئی۔ اسی لیے تو ان مذاکرات کا نام اس نے ”امن کی جیت“ رکھا ہے۔ اس شکست کو تسلیم نہ کرنے کا نتیجہ یہ نکل رہا ہے کہ امریکہ کو قدم قدم پر شکست ہو رہی ہے اور مسلسل پسپائی اختیار کرتا چلا جا رہا ہے۔ ہمارا سیکولر طبقہ بھی ان مذاکرات کو امن کی جیت کا نام دے رہا ہے لیکن میں اس کو ریاستی

دہشت گردی کی بدترین شکست کہوں گا۔ کیونکہ افغانستان میں ریاستی دہشت گردی ہوئی تھی۔ ابھی تو امریکہ کی دنیا پر عالمی شہنشاہیت موجود ہے اگرچہ اس میں کمی ہو رہی ہے لیکن جب اس کی عالمی شہنشاہیت ختم ہوگی تو تاریخ اس کو بدترین شکست کا نام دے گی۔ ڈاکٹر عارف صاحب نے بالکل درست کہا ہے کہ یہ مذاکرات کامیاب نہیں ہوں گے۔ اس کی ایک وجہ تو امریکہ اور اس کے اتحادیوں کی بدنیتی ہے۔ جبکہ دوسری وجہ طالبان کی دو شرائط ہیں۔ ایک یہ کہ اس مذاکراتی عمل میں کوئی غیر ملکی مداخلت نہیں ہوگی۔ دوسرا یہ کہ ہماری حکومت ہو یا نہ ہو افغانستان میں اسلامی طرز حکومت ہوگی اور موجودہ طرز حکومت کو ہم مکمل طور پر مسترد کرتے ہیں۔ کیونکہ ہم نے یہ جنگ اقتدار کے لیے نہیں بلکہ اسلامی طرز حکومت کی خاطر لڑی ہے۔ لہٰذا اگر اسلامی طرز حکومت ہوئی تو ہم سمجھیں گے یہ مذاکرات کامیاب ہوئے اور ہم جنگ ختم کریں گے۔

سوال: کیا طالبان امریکہ سے مطالبہ کر رہے ہیں کہ یہاں اسلامی حکومت وہی بنا کر دے؟

ایوب بیگ مرزا: نہیں! بلکہ طالبان نے کہا ہے کہ جب تک افغانستان کی کٹھ پتلی حکومت تسلیم نہیں کرتی کہ وہ اسلامی حکومت کے قیام میں رکاوٹ نہیں بنے گی اس وقت تک مذاکرات کامیاب نہیں ہوں گے۔ یا تو یہ تسلیم کریں کہ اسلامی حکومت کے قیام کے راستے میں نہیں آئیں گے اور اس کو قائم ہونے دیں گے یا یہ یہاں سے نکل جائیں۔

سوال: کیا طالبان سے مذاکرات کرنے والا افغان حکومتی وفد افغان عوام کا نمائندہ وفد ہے؟

ایوب بیگ مرزا: ہم افغان حکومت کو کیسے افغان عوام کی نمائندہ حکومت کہہ سکتے ہیں۔ افغان حکومت تو بموں، شیلنگ اور طیاروں کی گڑگڑاہٹ سے بنی ہے۔ اگرچہ ان کا دعویٰ ہے کہ انہوں نے الیکشن کروایا تھا۔ پہلے حامد کرزئی کی حکومت بنی۔ پھر اب اشرف غنی آیا۔ اس وقت افغانستان کی تقریباً پونے چار کروڑ آبادی ہے اور اس آخری الیکشن میں صرف گیارہ لاکھ ووٹ پڑے تھے اور وہ بھی زبردستی ڈلوائے گئے تھے۔ اتنے ووٹوں والی حکومت عوام کی نمائندہ کیسے ہو سکتی ہے۔ یہ امریکہ کی کٹھ پتلی حکومت ہے جو زبردستی عوام پر ٹھونسی گئی ہے۔

ڈاکٹر محمد عارف صدیقی: ابھی نیا نقشہ جاری ہوا ہے جس کے مطابق تقریباً 80 سے 85 فیصد رقبہ طالبان کے کنٹرول میں ہے۔ طالبان 19 سال سے وہاں گوریلا جنگ لڑ رہے ہیں، اور گوریلا جنگ میں کامیابی کا ایک ہی اصول ہوتا ہے کہ آپ کو عوام کی سپورٹ حاصل ہو، آپ نے ان سے معلومات، خوراک، شیلٹر وغیرہ لینا ہوتا ہے۔ طالبان نے یہ گوریلا جنگ عوام کے بل پر لڑی۔ امریکی کٹھ پتلی افغان حکومت کے پاس صرف کابل اور ہلمند کا علاقہ ہے باقی نوے فیصد علاقہ تو طالبان کے پاس ہے تو ظاہر ہے طالبان ہی عوام کی نمائندہ جماعت ہے۔

سوال: کیا امریکہ افغانستان کا اقتدار طالبان کے سپرد کرنے کے لیے تیار ہوگا؟

ڈاکٹر محمد عارف صدیقی: میں اس امن معاہدے کو سرنڈر پیکٹ کا نام دوں گا۔ امریکہ طالبان کو اقتدار دینا پسند کرے گا؟ اس کا جواب یہی ہے: نہیں۔ امریکہ کی تاریخ ہے کہ وہ جہاں گیا خواہ وہ تجارت کے لیے گیا، خواہ وہ دوستیوں کے نام پر گیا، خواہ وہ دشمنیوں کے نام پر گیا وہ وہاں عدم استحکام پیدا کر کے آیا۔ جب نائن الیون کا واقعہ ہوا تھا تو اس وقت یہ جنگ شروع ہوئی تھی اس وقت امریکی صدر نے اسے کروسیڈز (صلیبی جنگ) کا نام دیا تھا۔ اس کے منہ سے تین دفعہ یہ لفظ نکلا، اللہ رب العزت نے حجت پوری کر دی تھی۔ یہ تیسری عالمی جنگ تھی جسے میڈیا اور دانشور تیسری عالمی جنگ یا صلیبی جنگ کہنے سے ڈرتے ہیں۔ درحقیقت یہ امریکہ کی شکست نہیں ہے بلکہ یہ صلیب کی شکست ہے کیونکہ صلیب کے 40 ممالک اس کے ساتھ کھڑے ہوئے تھے۔ امریکہ نے افغانستان پر حملہ اس لیے کیا تھا کیونکہ اسے وہاں اس نظام کے نافذ ہونے کا خطرہ تھا جو پوری دنیا کے لیے ایک مثال بن سکتا تھا۔ افغانستان کا ٹوٹل پیریڈ چیک کریں اس میں طالبان کا پانچ سالہ دور اقتدار سب سے بہترین پیریڈ تھا۔ طالبان نے وہاں اسلامی نظام قائم کیا تھا اور امریکہ اس نظام کو ختم کرنا چاہتا تھا۔ اب 19 سالہ جنگ کے بعد اگر وہ کہیں کہ ہم نے امارت اسلامیہ ہی بنانی ہے تو امریکہ کبھی یہ قبول نہیں کرے گا۔ افغانستان کے اندر موجود مختلف گروپس (دوستم گروپ، حکمت یار گروپ، احمد شاہ مسعود گروپ) تو امن کے لیے طالبان کو قبول کر لیں گے لیکن بیرونی قوتیں بالخصوص پڑوسی ممالک ایران، انڈیا وغیرہ کبھی نہیں چاہیں گے کہ افغانستان مستحکم ہو۔ کیا انڈیا نے اربوں ڈالرز کی سرمایہ کاری وہاں اس لیے کی تھی کہ افغانستان میں اسلامی نظام قائم ہو؟ وہاں افغان طالبان کی حکومت ہو جو پاکستان کی دوست بن جائے۔ NDS اور RAW کا گٹھ جوڑ اس امن پراسس کو سبوتاژ کرنے کے لیے ہے۔ میں سمجھتا ہوں کہ اس وقت انتہائی تدبر اور فراست کی ضرورت ہے تب کہیں جا کے بیل منڈھے چڑھے گی۔

ایوب بیگ مرزا: اصول اور امریکہ دو متضاد چیزیں ہیں۔ ایک حکومت چل رہی تھی آپ نے جنگ کر کے ان سے حکومت چھین لی۔ اس میں کوئی شک نہیں ہے کہ شروع میں طالبان کو شکست ہوگئی تھی اور ملا عمر کو وہ علاقہ چھوڑنا پڑا۔ اس کو آپ یوں کہیں گے کہ لڑائی میں پسپائی ہوئی تھی اور پسپائی جنگ کا حصہ ہوتی ہے۔ طالبان نے جنگی حکمت عملی کے تحت پہاڑوں میں جانے کا فیصلہ کیا تھا۔ اب وہی حکومت طالبان جنگ جیت کر حاصل کر رہے ہیں۔ اب اصول تو یہ ہے کہ امریکہ شکست تسلیم کر چکا ہے تو وہ حکومت طالبان کو واپس کر دے۔ لیکن امریکہ ایسا نہیں کرے گا۔

سوال: کیا امریکہ اس خطے میں انتشار پھیلائے بغیر آسانی سے نکل جائے گا؟

ایوب بیگ مرزا: دوسری جنگ عظیم کے بعد 1945ء میں امریکہ ایک سپر پاور کی حیثیت سے ابھر کر سامنے آیا اور اب تک تقریباً پون صدی ہو چکی ہے کہ اس کی سپرمیسی قائم ہے۔ اس پون صدی کی تاریخ کو سامنے رکھیں تو امریکہ کا کردار سامنے آجائے گا۔ اس نے پہلے ویت نام پر حملہ کیا اور جب ویت نام کے گوریلوں نے گوریلا جنگ میں امریکہ کو ناکوں چنے چبوائے اور اس کو شکست ہوئی تو امریکہ نے کمبوڈیا (لاؤس) کو تباہ کر دیا اور اس کے بعد ویت نام کو خالی کیا۔ یعنی ایک جگہ سے نکلا اور وہاں تباہی و بربادی پھیلا دی۔ پھر عراق کا معاملہ دیکھ لیجیے۔ عراق میں (WMD) کا اتنا شور مچایا کہ عراق سے دنیا کو خطرہ ہے، عراق دنیا کو تباہ کر دے گا۔ یعنی وہاں حملہ کرنے کا ایک بہانہ ڈھونڈا اور عراق پر چڑھائی کر دی اور اس کو تباہ و برباد کر دیا۔ بعد میں کہہ دیا کہ وہاں کچھ ایسا نہیں تھا یعنی عراق سے دنیا کو خطرہ نہیں تھا۔ اس میں خاص طور پر برطانیہ کے لیے ڈوب مرنے کا مقام تھا کیونکہ اسی نے بعد میں اعتراف کیا تھا۔ بہرحال یہ امریکہ کا کردار ہے۔ اس کو سامنے رکھیں تو میں سمجھتا ہوں کہ وہ پُرامن طریقے سے نہیں نکلے گا۔ جس طرح اس نے کمبوڈیا میں تباہی مچائی تھی اسی طرح کی تباہی وہ پاکستان میں بھی کرنے کی کوشش کر رہا تھا لیکن ہماری فوج نے اس کے منصوبوں کو خاک میں ملا دیا۔

ہمارے ہاں جو دہشت گردی شروع ہوگئی تھی وہ امریکہ نے ہی شروع کروائی تھی۔ یہ ٹی ٹی پی، داعش وغیرہ وہ گروپ تھے جو پاکستان میں دہشت گردی کو لائے تھے۔ یہ اللہ کا خاص فضل ہوا کہ دہشت گردی کی جنگ سے ہم نے دو فائدے حاصل کیے۔ ایک ہماری فوج نے

دہشت گردی کو ناکام بنایا اور دوسرا ہماری فوج کی ایسی ٹریننگ ہوئی جو پہلے نہیں ہوئی تھی۔ بہرحال امریکہ اپنی بدمعاشی پر اسی طرح قائم تھا جس طرح اس نے کمبوڈیا میں کیا تھا۔ البتہ اس نے جو شر ہمیں تباہ کرنے کے لیے پھیلایا تھا اُس میں وہ ناکام ہو چکا ہے۔ اب کوئی دوسرا راستہ اختیار کرلے تو یہ دوسری بات ہے۔

سوال: کیا افغان امن مذاکرات کا عمل انڈیا اور ایران کو قبول ہوگا؟

ڈاکٹر محمد عارف صدیقی: ایران نے تو کھل کر کہہ دیا ہے کہ وہ اس پراسس کو نہیں مانتا کیونکہ امریکہ کو کوئی حق نہیں ہے کہ وہ یہاں پر آکر مذاکرات کروائے۔ انڈیا کے پیٹ میں مروڑ اٹھ رہے ہیں کیونکہ اس نے افغانیوں کو پاکستان کے خلاف کرنے کے لیے وہاں تعلیم، انفراسٹریکچر اور نوجوانوں پر اربوں روپے کی سرمایہ کاری کی تھی۔ افغان خفیہ ایجنسی این ڈی ایس اور انڈیا کی ''را'' آپس میں شیر وشکر ہیں اور وہ دونوں مل کے اس سارے پراسس کو سبوتاژ کرنے کی کوشش کر رہے ہیں۔ ایک سوال یہ بھی ہے کہ امریکہ یہاں سے کیوں جائے گا؟ میں سمجھتا ہوں کہ وہ مکمل طور پر بالکل نہیں جائے گا کیونکہ اس نے یہاں اڈے قائم کر کے چین ایران، روس اور پاکستان پر نظر رکھنی ہے۔ اور یہی چیز اس مذاکراتی عمل میں بہت بڑی رکاوٹ بنے گی کیونکہ اگر وہ یہاں سے مکمل نکل جاتا ہے تو پورے کا پورا خطہ اس کے ہاتھ سے نکل جائے گا۔ لہٰذا امریکہ اپنے اڈوں سے سرنڈر نہیں کرے گا۔

سوال: امن مذاکرات کے بعد افغانستان کا مستقبل کیا ہوگا؟

ایوب بیگ مرزا: یہ امن مذاکرات کامیاب ہوتے نظر نہیں آتے۔ اگر یہ ناکام ہو جاتے ہیں تو اس کے بعد وہاں جو جنگ وجدل ہوگی اس کے نتیجے میں بالآخر وہاں اسلامی قوتیں کامیاب ہوں گی۔ یعنی موجودہ امن پراسس کے ذریعے وہاں اسلامی حکومت قائم نہیں ہوگی بلکہ خانہ جنگی ہوگی جس کے بعد یہ توقع کی جاسکتی ہے کہ وہاں اسلامی حکومت قائم ہوگی۔ اس میں کوئی شک نہیں کہ امریکہ یہاں سے مکمل طور پر نہیں جائے گا لیکن اس کے ساتھ جتنی بری ہو چکی ہے شاید وہ بوریا بستر لپیٹ لے۔ لیکن چند دن پہلے یہ اطلاع آئی تھی کہ امریکہ افغانستان کی ایئرفورس بنا رہا ہے۔ اس نے A-29 کے چار طیارے افغان ایئرفورس کو دیے ہیں۔ دوسری طرف افغان طالبان کے پاس اب بھی ایئرفورس کا کوئی جواب نہیں ہے۔ زمینی جنگ تو وہ جیت جاتے ہیں لیکن ایئرفورس ان کے پاس نہیں ہے۔ بظاہر یہی لگتا ہے کہ افغان طالبان موجودہ افغانستان کی کٹھ پتلی حکومت سے علاقے چھینے گی اور ان طیاروں کے ذریعے ان کے علاقوں پر حملے کیے جائیں گے اور یہ خونریزی ہوگی تاآنکہ افغان طالبان ان علاقوں پر بھی قبضہ کرلیتے ہیں تب کہیں جاکر افغانستان میں وہ حکومت حاصل کریں گے۔ امریکہ کے چار ہزار فوجی افغانستان میں تقریباً گیارہ مہینے رہیں گے اور اس عرصے میں بہت خونریزی ہوگی۔

ڈاکٹر محمد عارف صدیقی: افغانستان کے گزشتہ چالیس سالوں کا جائزہ لیا جائے تو فیشن پیرس سے نہیں بلکہ کابل سے چلتا تھا لیکن وہ ان کا کلچر نہیں تھا بلکہ ان پر تھوپا گیا تھا۔ اس سارے چالیس سالوں میں طالبان کا دور ایسا تھا جو پرامن تھا۔ اگر افغانستان میں عوام کو اسلامی اقدار کے مطابق زندگی گزارنے کا موقع دیا گیا تو پھر وہاں امن ہوگا اور اگر ان کے اوپر دوسرا مذہبی کلچر تھوپنے کی کوشش کی گئی اور انہیں مغربی رنگ میں رنگنے کی کوشش کی گئی تو یہ ایک نہ ختم ہونے والی خانہ جنگی شروع ہو جائے گی۔ لیکن جتنے بھی وہاں گروپس ہیں انہوں نے بہت کچھ سیکھا ہے کیونکہ چالیس سالوں میں چار نسلیں مسلسل حالتِ جنگ میں رہی ہیں۔ انہوں نے خانہ جنگی بھی کی، انہوں نے بیرون حملوں آوروں سے بھی جنگ کی اور انہوں نے اپنے اندر کے غداروں سے بھی جنگ کی۔ ان جنگوں سے انہوں نے یہ سیکھ لیا ہے کہ ہمیں مل جل کر کیسے رہنا ہے۔ میرا خیال ہے ہمیں اچھے نتائج کی امید کرنی چاہیے۔ امریکہ سپیشل فورسز کے ذریعے اپنی موجودگی یہاں شو کرے گا۔ اب یہ طالبان کی فراست پر ہے کہ وہ اس سے کیسے نمٹتے ہیں۔

امیر تنظیم اسلامی کی چیدہ چیدہ مصروفیات

(17 تا 23 ستمبر 2020ء)

امیر محترم کی مصروفیات : جمعرات (17 ستمبر 2020ء) کو دارالاسلام مرکز میں مجلس عاملہ کے اجلاس میں شرکت کی۔ بعد نماز ظہر 03:30 بجے سے شام تک بعض مرکزی ذمہ داران سے ملاقات رہی۔ اس کے بعد نائب امیر سے تنظیمی امور کے حوالے سے ملاقات رہی۔ رات کو کراچی واپسی ہوئی۔

جمعہ (18 ستمبر 2020ء) کو جامع مسجد شادمان کراچی میں اجتماع جمعہ سے خطاب کیا۔ شام کو معمول کے پروگرام ہوئے۔

ہفتہ (19 ستمبر 2020ء) کو طے شدہ پروگرام کے مطابق نائب ناظم اعلیٰ سید اظہر ریاض کے ہمراہ کراچی سے حیدرآباد روانگی ہوئی۔ وہاں عصر کے بعد 2 نئے مقامی امراء کا تعارف ہوا۔ دیگر مقامی امراء سے بھی مختصر ملاقات رہی۔ بعد نماز مغرب حلقہ کا اجتماع ہوا۔ رفقاء سے سوال وجواب اور بیعت مسنونہ ہوئی۔ آخر میں مختصر خطاب کیا۔ عشاء کے بعد انفرادی ملاقات کی۔ رات حیدرآباد قیام رہا۔

اتوار (20 ستمبر 2020ء) کی صبح ناشتہ کے بعد پروگرام کے مطابق سکھر کے لیے روانگی ہوئی۔ وہاں دن 11:30 بجے پہنچے۔ حلقہ کے اجتماع میں شرکت کی۔ سوال وجواب کی نشست کے بعد رفقاء سے بیعت مسنونہ کی اور خطاب کیا۔ ظہر کے بعد اجتماع مکمل ہوا۔ بعدازاں جی ایم سومرو سے ملاقات کی۔ رات کو کراچی واپسی ہوئی۔

پیر (21 ستمبر 2020ء) کو لاہور آنا ہوا۔ یہاں پر کچھ یونیورسٹیوں کے ذمہ داران سے ملاقات کی۔ رات کو کراچی واپسی ہوئی۔

منگل۔ بدھ (22-23 ستمبر 2020ء) کو معمول کی مصروفیات رہیں کچھ ریکارڈنگ کروائی۔ نائب امیر سے تنظیمی امور کے حوالے سے رابطہ رہا۔ رات کو جماعت اسلامی کے امیر سراج الحق کی طرف سے فون پر رابطہ ہوا۔ گفتگو کے بعد انہوں نے کہا کہ جب لاہور آنا ہو تو منصورہ بھی آئیں۔

اعمالِ بد کی پاداش

عامرہ احسان
amira.pk@gmail.com

کورونا کی دوسری لہر نے بالخصوص یورپ میں ہوش گم کر دیے ہیں۔ ترقی یافتہ ممالک میں اب تک 10 لاکھ اموات اور 3 کروڑ دو لاکھ کیسز ہو چکے ہیں۔ عالمی ادارۂ صحت کے ایمرجنسی ڈائریکٹر نے کورونا کے باعث ایک ہفتے میں ہونے والی 50 ہزار اموات کو 'نا قابل قبول حد' قرار دیا ہے۔ ہر ہفتے 8 لاکھ افراد متاثر ہو رہے ہیں۔ آپ کے لیے یہ نا قابل قبول حد ہے مگر کورونا کب آپ کو بٹھا کر پوچھ رہا ہے، قبول ہے؟ قبول ہے؟ اصبروا اولاتصبروا..........اب صبر کرو یا نہ کرو یکساں ہے۔ آپ کون سا پوچھ کر چل رہے تھے خالقِ کورونا سے! کورونا کی ایک لہر نے 188 ممالک کو اپنی گرفت میں لیا۔ چین، امریکا، بھارت، یورپ زیادہ نشانے پر رہے۔ وعدۂ الست، اللہ کی براہ راست پہچان کا انسان کے رگ و ریشے، DNA میں موجود ہونا سبھی آسمانی صحائف میں مذکور ہے۔

انسان نے 16 ویں صدی سے اللہ سے بغاوت کا جو سفر شروع کیا تھا وہ فتنۂ دجال کی ماری اس صدی میں بدترین گراوٹ کو چھو رہا ہے۔ کورونا نے پوری ہائی ٹیک دنیا کو ہلا مارا۔ گلا دبا کر گویا پوچھا، بات سمجھ گے یا نہیں! تاہم 6 مہینے کورونا سے ڈسی دنیا منقار زیر پر رہی۔ شر اور بدی کے منابع بند رہے۔ جونہی کچھ افاقہ ہوا واپس انہی کرتوتوں پر لوٹ آئے۔ پوری دنیا آپ کی ہتھیلی پر موجود ہے دیکھ لیجیے۔ اونٹ سے زیادہ نادان، سارے تھپیڑے کھا کر نہیں جانتے مالک نے باندھا کیوں اور کھولا کیوں؟ فرانس اور سویڈن بحال ہوتے ہی قرآن جلانے اور گستاخیٔ رسول پر کمربستہ اٹھ کھڑے ہوئے۔ فرانس میں جن خاکوں کی اشاعت پر 2015ء میں چارلی ایبڈو میگزین کے دفتر پر حملہ ہوا، 17 افراد مارے گئے تھے، اب دوبارہ 2 ستمبر کو مسلمانوں کے حوصلے آزمانے کو درجن توہین آمیز خاکے چھاپ دیے گئے۔ خود لکھتے ہیں: 'مسلمانوں کے عقیدے کے مطابق ایسے خاکے توہین اسلام کے زمرے میں آتے ہیں' اس کے باوجود ڈٹ کر 1.7 ارب مسلمانوں کے دینی جذبات پر کیچڑ اچھالنے سے باز نہیں آتے۔ تاہم یہ عجب اتفاق ہے کہ اگلے ہی دن کورونا فرانس پر چڑھ دوڑا۔ گزشتہ مارچ کے بعد پہلی مرتبہ ازسرنو ایک دن میں 9 ہزار کیسز رپورٹ ہوئے۔ جولائی میں 10 اموات روزانہ تھیں جو 10 ستمبر تک 30 روزانہ ہو گئیں۔ صدر میکرون نے رسالے کی اس حرکت کی مذمت کرنے سے انکار کیا کہ فرانس میں آزادیٔ اظہار ہے، میگزین کے اس فیصلے پر تبصرہ کرنا میرا کام نہیں۔ سو آزادیٔ اظہار کا گلا دبوچنے کو کورونا آن موجود ہوا۔ ان کا کہنا مسلمانوں سے یہ ہے کہ اگر فرانسیسی شہریت چاہیے تو تمہیں اس آزادیٔ اظہار کو قبول کرنا ہوگا۔ ہم تو بدتہذیبی کی ساری حدیں توڑتے ہی رہیں گے! ایسے واقعات کا تسلسل یورپی ممالک، بالخصوص فرانس کی تہذیبی ابتری کا آئینہ دار ہے۔

قبل ازیں فروری میں ایک 16 سالہ لڑکی مِیلا نے مسلمانوں کے جذبات پر تلخ تنقیدی، گالیوں بھری بوچھاڑ والی ویڈیو کے ذریعے مذہبی منافرت پھیلائی۔ مسلمانوں نے اسے توہین آمیز اور اشتعال انگیز قرار دیتے ہوئے شدید احتجاج کیا۔ تاہم مِیلا نے مزید ہٹ دھرمی دکھاتے ہوئے ٹیلی وژن پر 'توہین انگیزی' کو اپنا حق قرار دیا۔ صدر میکرون نے بھی اس کا مکمل دفاع کیا کہ 'یہ کوئی جرم نہیں ہے'۔ انہی ممالک سے ہمیں رواداری، ڈائیلاگ، برداشت کے بھاشن دیے جاتے ہیں۔ انہیں میلی آنکھ سے دیکھنا جرم، دہشت گردی اور مذہبی منافرت قرار پاتا ہے۔ وہ ہماری مقدس ترین ہستیوں پر دشنام طرازی کریں تو وہ آزادیٔ اظہار ہے۔ سو اگر اس کا ازخود نوٹس آسمانی ذرائع سے آتا ہے تو کچھ عجب نہیں۔ یعنی شامتِ اعمالِ ما صورتِ کورونا گرفت..........!

اس اشتعال انگیز جرم کے پس پردہ ان کا فلسفہ یہ ہے کہ اسلام ایک متشدد مذہب ہے جو انسانی حقوق کا دشمن ہے۔ دہشت گردی پھیلاتا ہے۔ کس درجے ڈھٹائی کے ساتھ یہ اپنی خوں ریزیوں کی طویل تاریخ پر خطِ تنسیخ پھیر کر اپنی اور ہماری نسلوں کی گمراہی کے لیے جھوٹ کے طومار باندھتے ہیں۔ پہلی اور دوسری جنگ عظیم میں 11 تا 12 کروڑ انسانوں کے خون سے ہولی کھیلنے والے۔ صلیبی جنگوں میں بیت المقدس میں مسلمانوں کا خون گھوڑوں کے گھٹنوں تک تاریخ کے اوراق میں ثبت ہے۔ استعماریت/ نوآبادیاتی دور میں جو کچھ مسلم دنیا پر بیتی، اسے چھپانا ممکن نہیں۔ گزشتہ 2 دہائیوں میں جو اسلحہ برسایا، اخلاقی گراوٹوں کی جن پستیوں میں گرے، اس سے صرف نظر کیسے کیا جاسکتا ہے۔ ہیروشیما، ناگاساکی کی ہولنا کی مزید ہے۔ اسی درندگی کا تسلسل 10 ہزار کلوگرام کا بم (MOAB)۔ جو مخفف ہے 'تمام بموں کی ماں' کا) ہے۔ یہ افغانستان میں ننگر ہار کے خوبصورت علاقے ماموند میں گرایا گیا۔ یہ دنیا سے امن کے عالمی نوبل انعام حاصل کرنے والے صدر اوباما کے ملک اور نیٹو کے کارہائے نمایاں ہیں۔ 11 ٹن بارود اگلنے والا، 150 میٹر قطر کا حامل یہ سب سے بڑا غیر نیوکلیائی بم دنیا کے نہتے ترین، مفلس ترین، باضابطہ بری ہوائی بحری فوج سے محروم ملک پر آزمایا گیا۔ سیٹلائٹ تصاویر قصبوں کا صفحۂ ہستی سے مٹ جانا دکھاتی ہیں۔ زرخیز سرسبز علاقے کی مکمل تباہی، چشمے، اراضی تباہ، سرطان جلدی آنکھوں کی بیماریوں میں خوفناک اضافہ، بچے ناقص پیدائش، جسمانی اعضاء سے محروم، چہرے مسخ، وزن کی کمی کا شکار۔ یہ شاندار اعلیٰ تہذیب یافتہ اقوام کے کارناموں کی ایک ہلکی سی جھلک ہے جس کے لیے ہمارے لبرل سیکولر رطب اللسان رہتے، گن گاتے نہیں تھکتے! کس کی آنکھوں میں دھول جھونکتے ہو؟ آج سارے حقائق ہاتھ پر دھرے موبائل اور دو انگلیوں کی دسترس میں ہیں! مسلمان خود جان بوجھ کر ضمیر کا گلا گھونٹے اندھے بنے بیٹھے ہیں۔ ان کے لیے بھی عالمی غنڈوں کے مقابل اہل ایمان دہشت گرد ہیں!

ہمارے لبرل سیکولر بھی فرانسیسی آزادیٔ اظہار کے طالب ہیں۔ C-295 ان سبھی کے گلے کی پھانس ہے۔ یہ بولنے نہیں دیتا۔ اس قانون کی وجہ سے ان پر خوف طاری رہتا ہے، کیونکہ یہ بے لگام زبانوں پر لگا تالا ہے! یہ جب لکھتے بولتے ہیں تو یکایک ممتاز قادری اور پشاور عدالت (میں گستاخ کا قتل) کا واقعہ یاد آتا ہے تو گھگھی بندھ جاتی ہے۔ دو جملے بولتے اور پھر صفائی پیش کرتے ہیں کہ ہم 'اسلام کے اصولوں کا احترام کرتے ہیں'! اسرائیل تسلیم کرنے کے حق میں کالم لکھتے ہیں اور پھر ساتھ ہی یہ کہ اب 'مجھے اسرائیلی جاسوس قرار دے دیا جائے گا'۔

عصبی مایوسی کا اظہار ہوتا ہے! انہیں یہ باور کرنا ہوگا کہ 20 سالہ ٹیلی وژنی اور دیگر ابلاغی محنتوں کے باوجود اہل پاکستان کی رگوں میں اتری نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم اور صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم کی محبت وعقیدت کا یہ بال بیکا نہ کرسکے۔ کوئی غلط فہمی باقی تھی تو وہ بلا استثناء سبھی نے لاکھوں کی شان صحابہؓ والی پے در پے ریلیوں میں پوری کردی ہے۔ یہ ہر مسلمان کا آخری سہارا ہے جو ہماری ساری گناہگاریوں کے باوجود ہم نے دانتوں سے پکڑ رکھا ہے۔ حزب الشیطان اپنے سارے حربے آزمالے، ان قوانین کا بدلنا باذن اللہ ممکن نہیں!

پاکستان کی نسل نو کا ایمان سلب کرنے کا سارا اہتمام نصابوں کے ذریعے اعلیٰ تعلیم کے نام پر نجی تعلیمی اداروں میں ہورہا ہے۔ اسی کی ایک جھلک جب پنجاب ٹیکسٹ بک بورڈ کے ایم ڈی رائے منظور ناصر نے پریس کانفرنس میں دکھائی تو فوراً سے پیشتر برطرف کردیے گئے۔ پاکستان مخالف، گستاخانہ اور اخلاق سوز مواد کی نشاندہی نجی اداروں کی 100 کتب میں کی گئی۔ (لڑکیوں کے ہاسٹل کے حوالے سے شرمناک مواد شامل تھا۔) ان کتب میں آکسفورڈ، کیمبرج کی کتب بھی تھیں سو ایم ڈی کو چلتا کیا۔ والدین آنکھیں موندے صرف جیبیں کٹوا رہے ہیں تعلیم کے نام پر!

پاکستان کی گورننس، قانون کی حکمرانی کا حال تو صرف ایک جرم کا ایکسرے دیکھ کر سامنے آجاتا ہے۔ بلاشرکت غیرے ایم کیو ایم نے پرویز مشرف کی پشت پناہی میں جو عروس البلاد اجاڑا، اس کی نظیر سانحہ بلدیہ فیکٹری ہے۔ 25 کروڑ بھتا مانگا گیا۔ نہ ملنے پر جلا کر 260 مزدوروں سمیت فیکٹری بھسم کردی۔ اب 8 سال بعد 2 مجرموں کو 264 برس قید اور 264 بار سزائے موت سنائی گئی ہے اس جرم میں۔ آخرت کا ناگزیر ہونا کتنا واضح ہے! ایسی کتنی ہی مظلوموں پر ڈھائی قیامتوں کے بدلے چکانے کا دن! بڑوں کو قیادت فرمانے کے لیے چھوڑ دیا جاتا ہے، چھوٹے پکڑوا کر حساب آج برابر ہوجاتا ہے۔ کل ایسا نہ ہوگا۔ وقتی گرفت کو، کورونا آن پہنچا ہے ہر جا! دنیا پر صدیوں حکمرانی کرنے والے مسلمان آج گراوٹ کی کس حد پر ہیں! کفر کی غلامی اور جی حضوری پر مامور!

یہ اعمالِ بد کی ہے پاداش ورنہ!
کہیں شیر بھی جوتے جاتے ہیں ہل میں

☆☆☆

کورونا سے بچنے کے لیے طاقت کا استعمال

ڈاکٹر ضمیر اختر خان

کورونا وائرس کس نے پھیلایا یہ ابھی تک طے نہیں ہوا۔ امریکہ نے متعدد بار چین پر اس کے پھیلانے کا الزام عائد کیا ہے۔ چین نے نہ صرف یہ کہ انکار کیا ہے بلکہ امریکہ پر جوابی الزام لگایا ہے کہ اس کے کھلاڑی جب وہ وہاں آئے تھے تو واپس جاتے ہوئے یہ وائرس پھیلا کر گئے ہیں۔ ہم چونکہ مسلمان ہیں اس لیے اس Blame game میں پڑنے کی بجائے ہم ایمانی زبان میں یہ کہیں گے کہ یہ وائرس اللہ تعالیٰ کے اذن سے پھیلا ہے۔ اس کی افزائش کا ذریعہ کوئی بھی ہو۔ چین یا امریکہ جس نے بھی اس کی افزائش کی اللہ تعالیٰ کے عطا کردہ اس علم کی بنیاد پر کی جو ازل سے اس ذات باری نے انسان کو ''علم الاسماء'' کی صورت میں عطا فرمایا تھا۔ اس علم الاسماء کو ''علم الوحی'' کے تابع ہونا چاہیے تھا مگر انسانوں کی بغاوت کی وجہ سے یہ علم الوحی سے جدا کردیا گیا۔

یہ ستم اہل مغرب نے ہی مذہب دشمنی کی آڑ میں ڈھایا۔ جب وحی کی روشنی سے انسان بے نیاز ہوئے تو پھر یہ علم الاسماء انسانوں کی ہلاکت خیزی کا ذریعہ بن گیا۔ WMDs ہوں یا بائیولوجیکل ہتھیار ہوں یا ایٹمی ہتھیار سبھی انسانوں کی تباہی کا سامان ہیں۔ کورونا کے شر سے ایک خیر یہ برآمد ہوئی کہ انسانوں کی زندگیاں بچانے کے لیے اگر طاقت کا استعمال کرنا پڑے تو اس میں کوئی حرج نہیں ہے۔ پوری دنیا نے اس حقیقت کو تسلیم کیا اور مادر پدر آزادی کے علمبرداروں نے بھی اپنے شہریوں کو ہلاکت سے بچانے کے لیے اپنے اپنے ملکوں میں لاک ڈاؤن کیا۔

دین اسلام نے اسی اصول کے تحت انسانوں کو دنیوی و اخروی ہلاکت سے بچانے کے لیے جہاں ایک طرف اخلاقی وروحانی تعلیمات کے ذریعے پابند کیا ہے کہ وہ تمام منکرات سے اپنے آپ کو بچائیں اور تمام معروفات کو اپنائیں تو دوسری طرف سخت اور سبق آموز قوانین بھی دیے ہیں جن کو نافذ کرکے ان کی زندگیاں بچائی جاسکتی ہیں۔ امر بالمعروف اور نہی عن المنکر کا فلسفہ ہی یہی ہے کہ انسانی معاشرے سے ہر منکر کو ختم کیا جائے اور ہر معروف کو پروان چڑھایا جائے تاکہ انسان جسمانی وروحانی واخلاقی بیماریوں سے محفوظ رہے اور دنیا کے ساتھ آخرت کی لازوال زندگی میں بھی سرخرو ہو۔

بدقسمتی سے اسلام کے عطا کردہ ان قوانین کے حوالے سے مغرب کو تحفظات ہیں۔ اہل مغرب اسلام کے قوانین از قسم قصاص (قاتل کو بدلے میں قتل کرنا) قطع ید (سرقہ یعنی چوری کی سزا)، بدکاری کی سزا سو کوڑے یا رجم اور دیگر تعزیرات پر یہ اعتراض کرتے ہیں کہ یہ انسانی آزادی کے خلاف ہیں۔ اگر مغرب کے اس اعتراض کو مان لیا جائے تو پھر کسی حکومت کو یہ حق حاصل نہیں ہے کہ وہ اپنے شہریوں پر کسی بھی قسم کے قانون کا اطلاق کرسکے چہ جائیکہ ان کی نقل وحرکت پر پابندی لگا کر انہیں اپنے گھروں میں مقید کردیا جائے۔ ہم سمجھتے ہیں کہ اہل مغرب کے یہ تحفظات بے جا ہیں۔ وہ آزادی کی آڑ میں اسلام کے عادلانہ نظام کی راہ میں حائل ہونا چاہتے ہیں۔ کورونا وائرس نے ان کے بے لگام تصور آزادی پر کاری ضرب لگا کر اسلام کے معتدل ومتوازن نظام حیات کی حقانیت پر مہر تصدیق ثبت کردی ہے۔

اسلام کفر، شرک اور دیگر تمام بداخلاقیوں کو جڑ سے اکھاڑ کر پھینکنے کی تعلیم دیتا ہے۔ اسلام کا موقف یہ ہے کہ حق کے قبول کرنے پر مجبور کرنا جس کا حق ہونا بدیہی ہو 'اکراہ' نہیں ہے۔ جبر واکراہ وہ مذموم ہے جو عقلاً وشرعاً مذموم ہے۔ ایسا جبر جو حق کے قبول کرنے پر آمادہ کرتا ہے وہ سراسر ہدایت، ارشاد عدل وصواب اور خیر محض ہے۔ اس بات کو ایک مثال سے سمجھ سکتے ہیں۔ ایک بیمار اپنی مخصوص افتاد طبع کے باعث دوا نہیں استعمال کرتا یا جیسا کہ ہمارے ملک میں پولیو کے قطرے پلانے کے بارے میں لوگوں کو تحفظات ہیں۔ تو جس طرح بیمار کو زبردستی دوا پلانا، پرہیز کرانا، از اول تا آخر خیر خواہی ہے اور جس طرح ہماری حکومت عالمی جبر کے تحت زبردستی پولیو کے قطرے پلانے کا اہتمام کررہی ہے کیونکہ اس سے پولیو کی بیماری پر قابو پایا جاسکتا ہے۔ اسی طرح حق کے قبول کرنے پر کسی کو مجبور کرنا، حق پرستی اور خیر خواہی ٹھہرے گی کیونکہ باطل کو اختیار کرنے سے زندگی کا امن وسکون غارت ہوجاتا ہے۔ یاد رکھنا چاہیے کہ جبر واکراہ وہ مذموم ہوتا ہے جو (باقی صفحہ 18 پر)

ام المومنین سیدہ عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا

فرید اللہ مروت

ام المومنین حضرت عائشہ ؓ کی شخصیت کا ہر ہر پہلو اس قابل ہے کہ اس پر لکھا جائے تا کہ امت اس عظیم خاتون کے کارناموں سے روشناس ہو سکے۔ایک مسلمان عورت کے لیے سیرت عائشہ ؓ میں عورت کی زندگی کے تمام پہلو شادی، رخصتی، شوہر کی خدمت واطاعت، سوکن سے تعلقات، لاولدی، بیوگی، غربت، خانہ داری، رشک وحسد غرض ہر حالت کے لیے تقلید کے نمونے موجود ہیں۔آپؓ کی زندگی علمی، عملی، اخلاقی غرض ہر قسم کے گوہر گراں مایہ سے مالا مال ہے۔ یہ ایک حجلہ نشین حرم نبوت کی پاک زندگی کا مجموعہ ہے جو نو سال تک نبوت عظمیٰ کے حامل دنیا کے افضل ترین انسان حضرت محمد ﷺ کی شریک حیات ہیں۔

ولادت باسعادت:

سرور دو عالم ﷺ کی بعثت کے چار برس بعد شوال کے مہینہ میں ولادت ہوئی۔

نام ونسب

نام نامی اسم گرامی عائشہ، صدیقہ لقب، ام المومنین خطاب، ام عبد اللہ کنیت، حضور انور ﷺ نے حمیرا اور بنت الصدیق کے لقب سے بھی خطاب فرمایا۔

باپ کا نام ابوبکر بن ابی قحافہ بن عثمان بن عامر بن عمرو بن کعب بن سعد بن تیم بن مرہ بن کعب بن لوئ۔

والدہ کا اسم گرامی زینب اور کنیت ام رومان تھی۔

سیدہ عائشہؓ کا نسب سرور دو عالم ﷺ سے والد کی طرف سے ساتویں یا آٹھویں پشت پر اور والدہ کی طرف سے گیارھویں بارھویں پشت پر مل جاتا ہے۔

ہجرت

مشرکین قریش کے ظلم وستم اور جبر واستبداد سے تنگ آ کر مسلمانوں نے پہلے حبشہ اور بعد میں مدینہ کی طرف حضور انور ﷺ کے حکم سے ہجرت کی۔

زیدؓ بن حارثہ ان کے فرزند حضرت اسامہؓ اور ان کی بیوی ام ایمن اور حضور اقدس ﷺ کی دو صاحبزادیاں سیدہ فاطمہؓ اور سیدہ ام کلثومؓ اور آپؐ کی زوجہ سیدہ عائشہؓ اور سیدہ سودہؓ، حضرت عائشہؓ کی والدہ ام رومانؓ اور بہن حضرت اسماء بنت ابی بکرؓ اور بھائی عبد اللہ بن ابی بکر رضی اللہ تعالیٰ عنہم اجمعین پر مشتمل مختصر سا قافلہ مدینہ منورہ روانہ ہوا۔

منامی بشارت

ام المومنین سیدہ عائشہ صدیقہ ؓ سرور دو عالم ﷺ کے حبالہ عقد میں آنے سے پہلے اللہ تعالیٰ نے جبریل علیہ السلام کے ذریعہ ان کی تصویر خواب میں حضور اقدس ﷺ کو دکھائی گئی اور یہ ایمان افروز مژدہ بھی سنایا گیا کہ یہ دنیا وعقبیٰ میں آپؐ کی رفیقہ حیات ہے۔

جنت میں رفاقت کی بشارت

ام المومنین سیدہ عائشہ صدیقہ طاہرہ ؓ کو یہ اعزاز حاصل ہے کہ انہیں جنت میں بھی رسول اقدس ﷺ کی زوجہ ہونے کی بشارت دنیا میں ہی سنادی گئی ہے۔

رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا:

''عائشہ جنت میں بھی میری بیوی ہوں گی۔''

(مصنف ابن ابی شیبہ)

شہنشاہ عالم ﷺ کی دلہن کی رخصتی

شہنشاہ دو عالم، سرور کون ومکان حضرت محمد مصطفیٰ احمد مجتبیٰ ﷺ کی دلہن کی رخصتی انتہائی سادگی، بلا تکلف اور بغیر کسی نمود ونمائش کے عمل میں آئی ہے۔قبیلہ بنو اشہل کی معزز خواتین دلہن لانے صدیق اکبر ؓ کے گھر گئیں۔ سیدہ عائشہ صدیقہ طاہرہ ؓ کہتی ہیں میں اپنی سہیلیوں کے ساتھ جھولا جھول رہی تھی۔ کہ والدہ محترمہ ام رومانؓ نے آواز دی۔آواز سنتے ہی والدہ کی خدمت میں حاضر ہوگئی۔ ماں نے منہ دھلا کر بال سنوار دیئے۔ پھر اس کمرہ میں لے گئیں جہاں انصار کی عورتیں دلہن کے انتظار میں بیٹھی تھیں۔مہمان عورتوں نے دلہن کا استقبال کیا کہا: ''تیرا آنا خیر وبرکت پر ہے۔اور نیک فال ہے۔''

کچھ دیر بعد حضور انور ﷺ بھی تشریف لے آئے۔ اور ایک تخت پر جلوہ افروز ہوئے۔ ان عورتوں نے مجھے آپؐ کے سپرد کر دیا۔اور اس وقت میں 9 سال کی تھی۔

(صحیح بخاری)

لمحہ فکریہ

یہ تھی شہنشاہ کونین ﷺ کی ''ملکہ'' کی رخصتی جو بے حد سبق اموز، عبرت انگیز، حیرت افزا اور قابل تقلید ہے۔ نہ تو کسی شان وشوکت کا اظہار ہوا۔ نہ تکلفات سے کام لیا گیا۔ نہ دھوم دھام دیکھنے میں آئی۔ نہ ''دولہا'' زرق برق لباس زیب تن کر کے گھوڑے پر چڑھ کر آیا، اور نہ ہی دلہن کو ''سرخ عروسی جوڑا'' پہنایا گیا۔ بلکہ دولہا اور دلہن نے کپڑے تک تبدیل نہیں کیے نہ رسم حنا کا اہتمام ہوا۔ نہ بارات آئی۔ نہ طبل ونقارہ بجایا گیا۔ نہ دعوت طعام کا انتظام کیا گیا۔ نہ مکان کی زیبائش وآرائش ہوئی۔ نہ جھنڈیاں اور لائٹنگ کی گئی۔

کیا ہماری شادیاں بھی اسی نوعیت کی ہوتی ہیں۔ یا اس کے برعکس نمود ونمائش، فضول خرچی، اسراف وتبذیر، دھوم دھام اور پُر تکلیف اور شاہانہ دعوتوں کے ساتھ ہوتی ہیں۔ کیا ہمیں بھی کبھی اس سنت پر عمل کرنے کی فکر دامن گیر ہوئی۔ اللہ ہمیں اپنے حبیب کریم ﷺ کی ہر ایک سنت پر عمل کرنے کی کما حقہ توفیق عطا فرمائے۔

عائشہ صدیقہؓ کا مہر

ام المومنین سیدہ عائشہ صدیقہ طاہرہ ؓ کا نکاح ابوبکر صدیق ؓ نے پڑھایا اور پانچ سو درہم حق مہر مقرر رہا۔

مصاحبت کی مدت

ام المومنین سیدہ عائشہ صدیقہ طاہرہ ؓ فرماتی ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے چھ سال کی عمر میں مجھ سے نکاح فرمایا۔ اور نو سال کی عمر میں رخصتی ہوئی۔ اور حضور اقدس ﷺ کے وصال کے وقت میری عمر اٹھارہ سال تھی۔

مکارم اخلاق

ام المومنین سیدہ عائشہ صدیقہ ؓ اخلاق وکردار کی پاکیزگی، زہد وورع، جود وسخا، راست گفتاری، شیریں کلامی زبردست حافظ، ملکہ استنباط مسائل وحل مشکلات ۔ مجتہدانہ بصیرت وعلمی فیضان میں اپنے معاصرین سے ممتاز تھیں۔ علم تفسیر حدیث، فقہ، کلام، تصوف و اخلاق، سیر وتاریخ اور شعر وادب ہر گوشہ وشعبہ علم میں ائمہ فن آپ کی عبقریت وعظمت اور جلالت وامامت کے معترف نظر آتے ہیں۔

زہد وقناعت

ام المومنین سیدہ عائشہ ؓ دنیا سے اعراض اور عبادت کے ذریعے اللہ تعالیٰ کی طرف رجوع کرنے کی وجہ سے زہد کے اعلیٰ درجات پر فائز ہو چکی تھیں۔ جیسا کہ امام ابونعیم اصبہانی رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

''سیدہؓ دنیا سے بے زار اور اس کی رنگینیوں سے بے خبر اور اپنی محبوب چیز یعنی اعمال کے کھو جانے پر رونے والی تھیں۔''

جود وسخا

اخلاقی حیثیت سے بھی سیدہؓ انتہائی بلند مرتبہ رکھتی تھیں۔ وہ نہایت قانع تھیں۔ غیبت سے احتراز کرتی تھیں۔ اگر چہ خود ستائی پسند نہ تھی تاہم نہایت خود دار تھیں۔ لیکن ام المومنین سیدہ عائشہ صدیقہ طاہرہ ؓ کا سب سے نمایاں

وصف جود وسخا تھا۔ نہایت فیاض، غریب پرور اور مہمان نواز تھیں۔ اپنی زندگی میں 67 غلام آزاد کیے۔

کثرتِ عبادت

ام المومنین سیدہ عائشہ صدیقہ طاہرہ ؓ اکثر عبادات الٰہی میں مصروف رہتیں۔ چاشت اور تہجد کی نماز اہتمام سے پڑھتی تھیں۔

راتوں کو حضور ﷺ کے ساتھ اٹھ کر نماز تہجد ادا کرتی تھیں۔ اس کے علاوہ نفلی روزوں اور حج کا خصوصی اہتمام کرتی تھیں۔

منہیات سے اجتناب

ام المومنین سیدہ عائشہ صدیقہ طاہرہ ؓ منہیات کی چھوٹی چھوٹی باتوں سے پرہیز اور گریز کرتی تھیں۔ اگر دوران سفر کہیں گھنٹے کی آواز سنائی دیتی تو فوراً ٹھہر جاتیں تاکہ اس کی آواز کانوں میں نہ پڑے۔

سوکنوں کے ساتھ مثالی سلوک

عورت کے لیے دنیا کی سب سے تلخ ایک سوکن کا وجود ہے۔ لیکن ام المومنین سیدہ عائشہ صدیقہ ؓ کی ایک نہیں بلکہ آٹھ تک سوکنیں ایک ساتھ رہی ہیں۔ انہیں ہمیشہ عزت واحترام سے دیکھتی تھیں۔ ان کی نیکیوں اور خوبیوں کا برملا اعتراف کرتی تھیں۔ سوکنوں کے متعلق کبھی نازیبا الفاظ منہ سے نہیں نکلے۔ آپؓ کا آئینہ قلب ہر قسم کے زنگ اور غبار سے پاک تھا۔

خوف خدا اور فکر آخرت

ام المومنین سیدہ عائشہ صدیقہ طاہرہ ؓ عابدہ زاہدہ ہونے کے باوصف اللہ تعالیٰ سے بہت زیادہ ڈرنے والی اور آخرت کی بہت فکر رکھنے والی تھیں۔ خوف خدا اور خشیت الٰہی کوٹ کوٹ کر بھری ہوئی تھی۔ رقت قلب کا پیکر تھیں۔ بہت جلد آب دیدہ ہو جاتی تھیں۔

علمی فضل وکمال

ام المومنین سیدہ عائشہ صدیقہ طاہرہ ؓ اس علمی خانوادہ کی چشم و چراغ تھیں۔ جن کے قلوب عرب کے جہالت کدہ میں بھی نور علم وعرفان سے منور تھے۔ ان کا گھرانہ فطری طور پر نیکی کا خوگر اور رسیہ تھا۔

سید صدیق اکبر ؓ نے اپنی اولاد کی تعلیم وتربیت کا فریضہ بھی انتہائی احسن طریقہ سے انجام دیا تھا۔ سیدہ عائشہ صدیقہ ؓ کے لیے تو ویسے بھی "کاتب تقدیر" نے "ام المومنین" کا اعزاز مقدر کر رکھا تھا۔ اس لیے ان کی تعلیم وتربیت دوسری اولاد سے بھی زیادہ اعلیٰ درجہ سے ہوئی۔

علم حدیث

سیدہ عائشہ صدیقہ ؓ 9 سال حضور ﷺ کے ساتھ رہی۔ خلوت وجلوت میں آپ کو دیکھا اور آپ کی ایک ایک ادا اور ایک ایک قول کو اپنی فطری ذہانت اور قوت حافظہ میں محفوظ رکھا۔ حضرت ابوہریرہ ؓ کی روایات کے بعد زیادہ روایات حدیث والوں میں آپؓ کا نام نمایاں ہے۔ سیدہؓ کی مرویات کی کل تعداد 2210 ہے۔

جمیع علوم میں مہارت

ام المومنین سیدہ عائشہ صدیقہ طاہرہ ؓ کو متعدد علوم میں خاص مہارت حاصل تھی۔ انہیں بیک وقت تاریخ، ادب، خطابت، شاعری اور علم طب میں اچھی خاصی دسترس حاصل تھی۔ جس کی تائید وتوثیق حضرت ہشام بن عروہ کی روایت سے ہوتی ہے۔ فرمایا: ''میں نے قرآن، فرائض، حلال وحرام یعنی فقہ، شاعری، تاریخ عرب اور علم الانساب کا سیدہ عائشہ صدیقہؓ سے زیادہ عالم اور واقف کسی کو نہیں دیکھا۔''

علم ادب

ام المومنین سیدہ عائشہ صدیقہ طاہرہ ؓ بہت شیریں کلام اور فصیح اللسان تھیں۔ رشید موسیٰ بن طلحہؓ فرماتے ہیں:

''میں نے حضرت عائشہؓ سے بڑھ کر کوئی فصیح اللسان نہیں سنا۔'' (مستدرک حاکم)

خطابت

خطابت یا قوت تقریر عربوں کی آزاد طبیعتوں کا فطری جوہر تھا۔ عرب کی نامور مقررہ عورتوں میں سیدہؓ کا نام نامی اسم گرامی سرفہرست ہے۔ خطابت میں وہ ایک خاص مقام رکھتی تھیں۔ انہیں حسن گفتار اور فصاحت لسانی کے ساتھ آواز میں بلندی اور لہجہ میں رفعت اور جلالت بھی حاصل تھی۔

شاعری

سیدہ عائشہ صدیقہ طاہرہ ؓ شعر وسخن کا بھی اچھا خاصا ذوق رکھتی تھیں۔ یہ فن آغوش پدری میں ہی انہوں نے سیکھا۔

تعلیم وتعلم

ام المومنین سیدہ عائشہ صدیقہ طاہرہ ؓ نے علم دین کی نشر واشاعت اور تعلیم وتعلم میں ساری زندگی بسر فرمادی۔

افتاء وارشاد

رحمتِ عالم ﷺ کے وصال کے بعد سیدہؓ کو منصب افتاء بھی حاصل ہو گیا تھا۔ خلفائے راشدین کے دور میں وہ ہمیشہ اس منصب پر فائز رہیں۔

دعوت وارشاد

حریم نبوت کی یہ شمع جہاں علمی شعاعیں بکھیرتی تھی وہاں دعوت وارشاد کی روپہلی کرنیں بھی پھوٹتی تھیں۔ جب کبھی بھی کوئی غلط کام دیکھا تو فوراً دعوت وارشاد کا فریضہ ادا فرمایا۔

سیدنا عثمان ذوالنورین ؓ کے عہد خلافت میں جب سازشی لوگوں نے سیدنا عثمانؓ کے خلاف طوفان بدتمیزی بپا کیا۔ جس کے نتیجہ میں آپؓ نے جنگ جمل میں شرکت فرمائی تھیں۔

جنس نسوانی پر سیدہ کے احسانات

جنس نسوانی پر آپؓ کے احسانات کی ایک طویل فہرست ہے۔ معلم انسانیت ﷺ کے عہد ہمایوں میں صحابیات سیدہؓ کی وساطت سے اپنی عرض داشتیں حضور ﷺ کی خدمت میں پہنچاتی تھیں۔ آپؓ حتیٰ المقدور ان صحابیاتؓ کی بھرپور حمایت بھی کرتی تھیں۔

زیارت جبرائیل علیہ السلام

حضرت عائشہؓ فرماتی ہیں کہ ایک دن رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: اے عائشہؓ! یہ جبرائیل (علیہ السلام) ہیں اور تمہیں سلام کہتے ہیں۔ میں نے جواب دیا۔ ان پر بھی سلام ہو اور اللہ کی رحمت و برکت ہوں۔ لیکن آپ ﷺ جو کچھ دیکھ سکتے ہیں وہ میں نہیں دیکھ سکتی۔ (بخاری)

سیدہ عائشہ ؓ کا جہاد

سیدہ عائشہ ؓ نے غزوات رسول میں قابل قدر کارنامے انجام دیئے۔ غزوۂ احد میں انہوں نے مجاہدین کو پانی پلانے اور زخمیوں کی مرہم پٹی کرنے کی خدمات سرانجام دیں۔ غزوۂ خندق میں بھی مجاہد خواتین کے ساتھ شریک جہاد ہوئیں اور قلعہ سے باہر نکل کر نقشہ جنگ دیکھا کرتی تھیں۔

واقعہ اِفک (واقعہ تہمت)

ام المومنین حضرت عائشہ ؓ پر تہمت کا واقعہ غزوہ بنو مصطلق (جسے غزوۂ بنو مُریسیع بھی کہا جاتا ہے) سے واپسی پر ماہ شعبان 5ھ جنوری 627ء کو مدینہ منورہ سے ایک منزل پہلے ذی قرع کی بستی میں پیش آیا۔ لیکن اللہ تعالیٰ نے سورۃ النور کی آیات 11 تا 20 نازل کر کے حضرت عائشہ ؓ کی پاکدامنی بیان کر دی۔ حضرت عائشہ ؓ کی حیات مبارکہ میں چار واقعات بہت اہم ہے۔ (1) اِفک (2) ایلا (3) تحریم اور (4) تخییر۔

اولاد

حضرت عائشہؓ کی کوئی اولاد نہیں ہوئی۔ حضرت عائشہؓ کی کنیت ام عبداللہ ان کے بھانجے عبداللہ بن زبیر ؓ کے تعلق سے تھی۔

وفات

ام المومنین حضرت عائشہ ؓ نے مدینہ منورہ میں رمضان المبارک 58ھ میں امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کے اخیر زمانہ خلافت میں 67 سال کی عمر میں رحلت فرمائی۔ حضرت ابوہریرہ ؓ نے نماز جنازہ پڑھائی اور وصیت کے مطابق جنت البقیع میں رات کے وقت مدفون ہوئیں۔

اللہ تعالیٰ سے دعا ہے کہ وہ ام المومنین حضرت عائشہ ؓ کے درجات بلند کرے اور تمام مسلمان ماؤں، بہنوں اور بیٹیوں کو ان کی سیرت اپنانے کی توفیق دے۔ آمین!

"ابلیس کی مجلس شوریٰ" اور حالاتِ حاضرہ (5)

ڈاکٹر اسرار احمدؒ

(گزشتہ سے پیوستہ)

اسلامی نظام معیشت کے حوالے سے چند باتیں ذہنوں میں مستحضر رہنی چاہئیں۔ پہلی بات یہ ہے کہ اسلام یہ تو چاہتا ہے کہ سرمایہ کاری ہو مگر وہ سرمایہ داری کو باقی رکھنے کا ہرگز روادار نہیں ہے۔ مغربی معیشت بھی سرمایہ کاری پر مبنی ہے مگر اس میں سود شامل ہو جانے سے وہ سرمایہ داری بن چکی ہے۔ پھر یہ کہ اسلام نے اصلاً زور محنت پر دیا ہے۔ گویا محنت کو تحفظ حاصل ہے۔ سرمائے کو محض سرمائے کی حیثیت سے earning factor بنا دیا جائے تو اسلام کی نظر میں یہ غلط ہے۔ اسی طرح جوئے اور چانس کی بنا پر منافع حاصل کرنا حرام ہے، کیونکہ اس میں بھی محنت کو کوئی دخل نہیں ہوتا۔ اسلامی نظامِ معیشت میں ذاتی ملکیت (private ownership)، رسد وطلب (supply&demand)، مارکیٹ اکانومی (market economy) اور ہائر اینڈ فائر (hire and fire) شامل ہیں، مگر یہ نظام سود اور جوئے سے پاک ہے۔ جب کسی نظامِ معیشت میں سود اور جوئے کے عناصر شامل ہو جاتے ہیں تو پھر یہ سرمایہ کاری سرمایہ داری بن جاتی ہے۔ اور سرمایہ داری کی مثال آکاس بیل کی سی ہے۔ جیسے آکاس بیل درخت کو اپنی لپیٹ میں لے کر اُس کی توانائی کو چوس لیتی ہے، اسی طرح سرمایہ دارانہ نظام انسانوں کو سود کے مکروہ دھندے میں مبتلا کر کے ان کا خون نچوڑ لیتا ہے۔ دورِ حاضر میں سٹاک ایکسچینج کا دھندا جوا ہی تو ہے کہ سرمایہ دار اپنے مال کے بل بوتے پر پوری مارکیٹ کو ہلا کر رکھ دیتا ہے اور کروڑوں کا نقصان ہو جاتا ہے۔

کب ڈرا سکتے ہیں مجھ کو اشتراکی کوچہ گرد
یہ پریشاں روزگار، آشفتہ مغز، آشفتہ ہُو

ابلیس اپنے مشیروں کو مخاطب کر کے بتا رہا ہے کہ جن اشتراکیوں سے تم مجھے ڈرا رہے ہو، یہ مجھے یا میرے نظام کو کوئی نقصان نہیں پہنچا سکتے۔ یہ تو فاقوں کے مارے کچھ دیوانے اور پاگل ہیں اور ان کے کیمونزم کے نظریے پر مبنی خیالات بھی دیوانگی کے سوا کچھ نہیں۔

ہے اگر مجھ کو خطر کوئی تو اس اُمت سے ہے
جس کی خاکستر میں ہے اب تک شرارِ آرزو

ابلیس اپنے شیطانی نظام کے لیے کسی کو خطرہ سمجھ رہا ہے تو وہ اُمتِ مسلمہ ہے، مگر یہ ہماری بدقسمتی ہے کہ ہم نے اسلامی نظام یا نظامِ خلافت کو دنیا کے کسی ایک خطہ پر بھی نافذ اور قائم نہیں کیا۔ آج اگر کوئی ہم سے اسلامی نظام کے متعلق پوچھتا ہے کہ وہ نظام کہاں ہے؟ تو ہمارا جواب ہوتا ہے کہ اُسے کتابوں میں پڑھ لیں اور دیکھ لیں (انا للہ وانا الیہ راجعون) اور ابھی تک کہیں اس نظام کے قیام کے آثار بھی نظر نہیں آ رہے، مگر ابلیس اور اس کی ذریت معنوی (مغربی دنیا) اسلامی نظام کو اپنے لیے خطرہ سمجھتی ہے۔ ان کا خیال ہے کہ کیمونزم کے خلاف جنگ جس قدر ضروری تھی، اس سے بڑھ کر مسلم بنیاد پرستی کے خلاف جنگ کی ضرورت ہے۔ یہی وجہ ہے کہ عالمِ کفر ''الکفرُ مِلّۃٌ واحدۃ'' کے مصداق مسلمانوں کے خلاف متحد ہے اور ہم مسلمان عراق میں شیعہ سنی اور فلسطین میں باہمی نفاق کی وجہ سے آپس میں دست وگریباں ہیں۔ ابلیس مسلمانوں سے جو خطرہ محسوس کر رہا ہے اُس کی وجہ یہ ہے کہ ابلیس اور اس کے حواری ہمیں اُس انگارے کی مانند سمجھ رہے ہیں جس پر راکھ چڑھی ہوئی ہے اور یہ راکھ میں چھپا انگارا کسی وقت بھی مغربی نظام کے خلاف آگ کا طوفان بن سکتا ہے، جسے اقبال نے ابلیس کی زبان سے ''شرارِ آرزو'' سے تعبیر کیا ہے۔

اس شرارِ آرزو کا ظہور کیسے ہوا، اسے بھی سمجھ لیں۔ جب مسلم دنیا سے مغربی تسلط کا خاتمہ ہوا تو مسلمان ملکوں کی کیفیت ایسے ہوئی جیسے ایک بے ہوش شخص کی ہوش میں آنے کے بعد ہوتی ہے۔ مسلمانوں نے سوچا کہ کیا ہمارا بھی کوئی تمدن، کوئی رہن سہن اور کوئی تہذیب ہے؟ اور سب سے بڑھ کر یہ کہ کیا ہمارا کوئی نظام بھی ہے؟ تو انہیں یاد آیا کہ ہمارے اپنے قوانین، تعزیرات، حدود، فیملی لاز ہیں، ہمارا اپنا قانونِ وراثت، شرم وحیا پر مبنی نظامِ معاشرت، سود اور جوئے سے پاک معاشی نظام اور حاکمیت ربّ کے تصور پر مبنی سیاسی نظام ہے۔ لہٰذا ہمارے نظامِ زندگی کو معاشرے اور ریاست میں غالب ہونا چاہیے۔ چنانچہ اس مقصد کے لیے انڈونیشیا سے لے کر موریطانیہ تک اسلامی تحریکوں کا آغاز ہوا۔ انڈونیشیا میں مسجومی (ماشومی) پارٹی، برصغیر میں جماعت اسلامی، ایران میں فدائین، مصر میں الاخوان المسلمون اور لبنان میں عباد الرحمان وغیرہ جیسی تحریکیں اُبھریں۔

یہ ساری تحریکیں اس فکر کی بنیاد پر اُٹھیں کہ اسلام ایک دین (ضابطۂ حیات) ہے جو اپنا غلبہ چاہتا ہے، لہٰذا ہمیں دین کو غالب کرنا ہے۔ ان جماعتوں کے نام مختلف تھے مگر ان کا نصب العین اور جذبہ ایک ہی تھا۔ یہ الگ بات ہے کہ تین بنیادی عوامل ایسے تھے جن کی بنا پر ان تحریکوں کو آج تک کہیں بھی کامیابی حاصل نہیں ہو سکی۔ پہلا عامل یہ ہے کہ چاہے انگریز ہوں، فرانسیسی ہوں، اطالوی ہوں، انہوں نے جو نظامِ تعلیم رائج کیا تھا اس کی وجہ سے ان ملکوں کا اعلیٰ طبقہ (elite class) ان کے رنگ میں رنگا گیا اور جب انگریز اپنے زیر تسلط علاقوں سے واپس گیا تو حکومت انہی لوگوں کے حوالے کر گیا، جو آج تک انہی کے ہاتھوں میں ہے۔ لہٰذا وہ چاہے پرویز مشرف ہوں، بے نظیر ہوں یا نواز شریف ہوں، ان کے نزدیک اسلام صرف مذہب ہے اور اسلام بطور دین سے وہ واقف ہی نہیں۔

دوسرا عامل یہ کہ ان مذہبی تحریکوں نے سمجھا کہ منہج انقلاب نبوی ﷺ آج کے دور میں آؤٹ آف ڈیٹ ہے، لہٰذا الیکشن میں حصہ لیا جائے۔ تیسرا عامل یہ کہ جب الیکشن کے ذریعے کامیابی نہیں ملی تو ان میں سے بعض لوگوں نے بندوق اٹھائی، حالانکہ ہونا یہ چاہیے تھا کہ تجدید ایمان کی دعوت دی جاتی کیونکہ ہمارا ایمان ایک موروثی عقیدہ ہے اور اس کو مضبوط کیا جاتا تو یہ یقین کی شکل اختیار کر لیتا ؎

یقیں پیدا کر اے ناداں یقیں سے ہاتھ آتی ہے
وہ درویشی کہ جس کے سامنے جھکتی ہے فغفوری

اور دوسرے اُس طریق کو اختیار کیا جاتا جس کو اختیار کر کے نبی کائنات ﷺ نے انبیاء علیہم السلام کی جماعت میں پہلی مرتبہ دین اسلام غالب اور نافذ کیا تھا۔ قیامت سے قبل ایک بار

پھر اس دین کا احیاء ہوگا اور یہ بات ابلیسی طاقتیں بھی جانتی ہیں۔ بُش‘ بلیئر اور ان کے ایجنٹ مسلمان حکمران اسی بنا پر کہتے ہیں کہ نظامِ خلافت کی بات کرنے والے فنڈا منٹلسٹ ہیں‘ اور بقول جارج بش یہ سپین سے لے کر انڈونیشیا تک خلافت قائم کرنا چاہتے ہیں‘ حالانکہ سپین کا نام کسی تحریک یا تنظیم نے نہیں لیا‘ مگر اس سے اندازہ کیجیے کہ عالمِ کفر پر اسلامی نظام کے دوبارہ احیاء کی ہیبت کا کیا عالم ہے!

خال خال اس قوم میں اب تک نظر آتے ہیں وہ
کرتے ہیں اشکِ سحر گاہی سے جو ظالم وضو
جانتا ہے جس پہ روشن باطنِ ایام ہے
مزدکیت فتنۂ فردا نہیں‘ اسلام ہے!

یہاں اُن مسلمانوں کا تذکرہ ہے جو اسلامی تہذیب کی بقاء‘ اسلام کو بحیثیت دین اور بطور نظامِ حیات دوبارہ نافذ کرنے کا عزمِ صادق رکھتے ہیں اور انہیں آج عالم کفر اپنا اوّلین دشمن سمجھتا ہے۔ عالم کفر کی طرف سے پوری دنیا میں اس وقت جو جنگ اور فساد برپا ہے وہ اسی لیے ہے کہ اسلامی تحریکوں کا راستہ روکا جائے‘ مبادا ان لوگوں کے ہاتھوں نظامِ اسلام‘ حکومتِ الٰہیہ‘ نظامِ مصطفی یا نظامِ خلافت کا دوبارہ احیاء ہو جائے۔ اس سلسلے میں امریکی تھنک ٹینک ’’رینڈ کارپوریشن‘‘ کی مرتب کردہ ایک رپورٹ ہماری آنکھیں کھول دینے کے لیے کافی ہے جو کچھ عرصہ پہلے سامنے آئی ہے۔ رپورٹ کے مطابق مسلمانوں کی چار اقسام ہیں: پہلی قسم انقلابی مسلمانوں یعنی بنیاد پرستوں کی ہے جو پوری دنیا میں نظامِ اسلام یا نظامِ خلافت کا احیاء چاہتے ہیں۔ دوسری قسم روایت پسند مسلمانوں پر مشتمل ہے‘ جو نماز‘ روزہ‘ حج اور زکوٰۃ کی پابندی کرتے ہیں‘ لیکن ان کے ذہن میں اسلام کا انقلابی تصور نہیں ہے۔ تیسری قسم تجدد پسند مسلمان ہیں۔ یہ وہ لوگ ہیں جو من مانی تعبیرات کر کے اسلام کو جدید رنگ میں ڈھالنا چاہتے ہیں اور آج کل ذرائع ابلاغ پر ان کا غلبہ ہے اور انہیں حکومتی پشت پناہی بھی حاصل ہے۔ چوتھی قسم میں سیکولر مسلمان ہیں‘ جو اسلام کو نجی معاملہ سمجھتے ہیں اور ریاست میں اس کے عمل دخل کے یکسر خلاف ہیں۔ امریکی تھنک ٹینک کے مطابق روایت پسند‘ تجدد پسند اور سیکولر مسلمان تو ہمارے معاون ہیں اور ہمیں ان سے کوئی خطرہ نہیں‘ مگر انقلابی اور بنیاد پرست مسلمان ہمارے کھلے دشمن ہیں‘ کیونکہ یہ اسلام کو پوری دنیا میں قائم اور نافذ کرنے کی بات کرتے ہیں۔ لہٰذا انہیں ہمیں بہرصورت ختم کرنا ہے۔

جانتا ہوں میں یہ اُمت حاملِ قرآں نہیں
ہے وہی سرمایہ داری بندۂ مؤمن کا دیں

ابلیس کی زبان میں اقبال نے اُمت مسلمہ کی جو حالت زار بیان کی ہے وہ حقیقت پر مبنی ہے۔ یعنی آج مسلمانوں کے اندر مادّہ پرستی کوٹ کوٹ کر بھری ہوئی ہے‘ جس کی وجہ سے وہ قرآن کو محض ایک کتاب سمجھتے ہیں۔ اس کے پڑھنے کو ثواب کا ذریعہ سمجھتے ہیں مگر اس پر عمل کرنے کے لیے تیار نہیں۔ قرآن حکیم کا فلسفہ یہ ہے کہ دُنیوی زندگی انسان کے لیے امتحان اور آزمائش کی حیثیت رکھتی ہے اور اس امتحان کا نتیجہ قیامت کے روز نکلے گا جسے قرآن ’’یوم الدین‘‘ (The day of judgement) کہتا ہے‘ مگر ہم میں سے کتنے ہیں جو قرآن کے اس فلسفے پر حقیقی ایمان اور یقین رکھتے ہوں؟ ہماری اکثریت تو اس دنیا ہی کو اَبدی حقیقت سمجھتی ہے۔ اسی لیے ہماری ساری سعی و جہد اور محنت کا مرکز و محور دنیا اور اس کی آسائشیں ہیں اور ان کو پانے کے لیے ہم حلال اور حرام کی تمیز کو ختم کیے ہوئے ہیں۔ اسی لیے کہا کہ آج کے مسلمانوں نے سرمایہ داری کو اپنا دین بنا لیا ہے۔

جانتا ہوں میں کہ مشرق کی اندھیری رات میں
بے یدِ بیضا ہے پیرانِ حرم کی آستیں

پیرانِ حرم سے مراد مُلّا اور صوفی ہیں اور اقبال کے مطابق ان کی آستین بے یدبیضا یعنی قرآن حکیم کے انقلابی فکر سے خالی ہے۔ ید بیضا حضرت موسیٰ علیہ السلام کا معجزہ تھا۔ ’’ضرب کلیم‘‘ میں اقبال نے ’’ملائے حرم‘‘ کے عنوان سے اشعار میں علماء کی اکثریت کی اصل کیفیت کی جانب اشارہ کیا ہے۔ فرماتے ہیں: ؎

عجب نہیں کہ خدا تک تری رسائی ہو
تری نگہ سے ہے پوشیدہ آدمی کا مقام
تری نماز میں باقی جلال ہے نہ جمال
تری اذاں میں نہیں ہے مری سحر کا پیام

نیز کہتے ہیں: ؎

مسکینی و محکومی و نومیدیٔ جاوید
جس کا یہ تصوف ہو وہ اسلام کر ایجاد
مُلّا کو جو ہے ہند میں سجدے کی اجازت
ناداں یہ سمجھتا ہے کہ اسلام ہے آزاد!

ابلیس مزید کہتا ہے: ؎

عصرِ حاضر کے تقاضاؤں سے ہے لیکن یہ خوف
ہو نہ جائے آشکارا شرعِ پیغمبر کہیں

اب انسان دوبارہ اُسی نظام کی جانب جا رہا ہے جسے دنیا میں حضرت محمد رسول اللہ ﷺ نے قائم اور نافذ کیا تھا۔ ابلیس اور اس کی ذریت امریکہ اور اس کے اتحادی سب چاہتے ہیں کہ ان کا سیکولر دجالی نظام ہی پوری دنیا میں قائم و دائم رہے۔ سود پر مبنی سرمایہ داری نظام کا تسلط برقرار رہے اور مغربی تہذیب پوری دنیا پر چھا جائے‘ جس میں شرم و حیا اور عصمت و عفت کے تمام تقاضوں کا فقدان ہے۔ بظاہر اس وقت اُمت مسلمہ کی حالت انتہائی ناگفتہ بہ ہے مگر یہ حالت ان شاء اللہ تبدیل ہوگی اور اسلام دنیا میں ضرور غالب اور قائم ہوگا۔ اس لیے کہ نظامِ حیات کے حوالے سے آج دنیا میں بہت اندھیرا ہے۔ نوعِ انسانی نظامِ عدلِ اجتماعی کی تلاش میں سرگرداں ہے۔ انسان نے اس مقصد کے لیے بہت قلابازیاں کھائی ہیں مگر اس کے باوجود اسے ہنوز کسی نظام سے بھی عدل اور انصاف نہیں مل سکا۔ فرانس کے انقلاب کے ذریعے انسان ملوکیت اور جاگیرداری کے خونی پنجے سے نکلا تو سرمایہ دارانہ نظام کے ذریعے سرمایہ داروں کے ہتھے چڑھ گیا۔ پہلے جاگیردار مسلط تھا‘ تو اب بدترین شکل میں سرمایہ دار مسلط ہوگیا۔ اس کے بعد ردِّعمل میں کمیونزم آیا مگر وہ بھی سراب ثابت ہوا۔ یہی وجہ ہے کہ وہ اپنی ’’جنم بھومی‘‘ روس ہی میں دفن ہوگیا۔

(جاری ہے)

دعائے مغفرت
انا للہ وانا الیہ راجعون

☆ حلقہ لاہور غربی، علامہ اقبال ٹاؤن کے ملتزم رفیق محمد افضل آزاد وفات پا گئے۔

برائے تعزیت: 0322-8099483

☆ حلقہ کراچی جنوبی، ڈیفنس کے مبتدی رفیق جناب فرخ شمیم وفات پا گئے۔

اللہ تعالیٰ مرحومین کی مغفرت فرمائے اور پس ماندگان کو صبرِ جمیل کی توفیق دے۔ قارئین سے بھی ان کے لیے دُعائے مغفرت کی اپیل ہے۔

اَللّٰھُمَّ اغْفِرْ لَھُمَا وَارْحَمْھُمَا وَاَدْخِلْھُمَا فِیْ رَحْمَتِکَ وَحَاسِبْھُمَا حِسَابًا یَّسِیْرًا

UAE-Israel Spy Base to Cover Pakistan, China and Iran

While there has been much media focus on the 13th of last month's US-brokered accord of UAE-Israel normalization of relations, the news about establishment of UAE-Israel spy base on Yemen's island Socotra (located in the Arabian Sea about 350 kilometers south of Yemen) has somehow escaped media attention.

London-based press monitoring organization Middle East Monitor was probably the first to inform on 28 August 2020 that, according to the official sites of the Jewish and French-speaking community JForum, UAE and Israel are planning to establish spy base on "the island of Socotra, in southern Yemen, which is under the control of the Emirates"; and that "a delegation of Israeli and Emirati intelligence officers arrived on the Socotra Island very recently and examined various locations for establishing the planned intelligence bases".

Later, this highly significant news titled as 'Israel-UAE Spy Base on Socotra Targets Iran, China, Pakistan' was published by Turkey's Anadolu News Agency on 2 September 2020. The report highlighted, "The creation of an Israeli-Emirati intelligence-gathering base in the Yemeni island of Socotra aims at monitoring Iran, China and Pakistan, according to political and strategic experts". Besides quoting the JForum report, the Anadolu News Agency also mentioned that "The UAE has deployed hundreds of troops on the strategic island since May 2018, leading to a rift with the Yemeni government, which rejects the deployment". Besides that, the report quoted Ibrahim Fraihat, a professor of international conflict resolution at the Doha Institute for Graduate Studies, who asserted "This base can provide critical security services to the US regarding the Chinese economic activity, especially its trade with Europe". This report has also quoted Indian analyst Haidar Abbas, "that the spy base will also be used to monitor Pakistan"; and, "From now onwards, Socotra Island will neither be of Houthi rebels, nor of UAE or Yemen, but its complete suzerainty will belong to Israel meaning the US".

Similar report titled 'Israeli Intelligence Gathering Base Involved in Spying against Pakistan' was also published by The Times of Islamabad on 2 September 2020; and an article on this issue was published by the Turkish paper Daily Sabah dated 5 September 2020.

Obviously establishment of this spy base by UAE with Israel in the UAE-controlled Socotra Island has not come 'out of the blue'. It is a properly planned US design to establish US 'offensive intelligence tentacle' in Arabian Sea to cover Iran, shipping lanes in Arabian Sea/Western Indian Ocean, CPEC's outlet at Pakistan's Gawadar Port, Pakistan, and China. For that purpose US has used UAE and Israel in the forefront and India 'behind the scenes'. In that connection the strong strategic partnerships of US with Israel and India are well known. As for UAE, the US-UAE relationship is better explained in the official website of UAE's embassy in Washington DC, which asserts "The United Arab Emirates and United States are close friends and strong allies. With shared interests and common values, the UAE and USA work together to promote regional security".

Besides that, clear indicators about Indian connection in this matter are also provided by an

connection in this matter are also provided by an article titled 'India and the Israel-UAE rapprochement', published by The Geopolitics dated 5 September 2020. Author of this article is Ashok Alex Luke, Assistant Professor of Political Science and researcher at Mahatma Gandhi University, Kottayam, Kerala (India). He has quoted the reaction of India's External Affairs Ministry about this UAE-Israel Accord as, "In that context, we welcome the full normalization of ties between UAE and Israel. Both nations are key strategic partners of India"; and then he also informed, "In fact soon after the agreement UAE's Foreign Minister Sheikh Abdullah Bin Zayed Al Nahyan had called India's Minister for External Affairs S. Jaishankar and had briefed him about the new ties". And about the question "what India gains?", he explains, (italics added for emphasis) "While GCC is India's strongest economic and energy partner amounting to $120 billion, Israel is one of India's largest defense partner, and the United States with which its strategic partnership is growing at a faster rate will undoubtedly help India to play a greater role in the global affairs".

This offensive-strategic move by the 'US, Israel, UAE, India quadruple' against Pakistan, China and Iran, therefore, is a clear harbinger of US design to destabilize this region; and deserves priority attention of the diplomatic, security, and military policy planners of Pakistan, China and Iran.

<u>Source</u>: ***An article by Brigadier (retd.) Dr. Ahsan ur Rahman, posted on www.ahsankhanreviews.com***

<u>Note</u>: ***The editorial board of Nida-e-Khilafat may not agree with all information provided, analysis made and conclusions drawn in the article.***

بقیہ: کورونا سے بچنے کے لیے طاقت کا استعمال

برائی اور بدی پر ہو، جیسے کوئی کسی کو کفر و شرک یا بدکاری پر مجبور کرے۔ ہمارے اپنے ملک میں ہفتہ پہلے موٹروے پر ایک خاتون کو زیادتی کا نشانہ بنایا گیا تو وزیر اعظم تک مجرموں کو پھانسی دینے کی بات کرنے لگے (یاد رہے اسلام میں بدکاری کی سزا غیر شادی شدہ کے لیے کوڑے اور شادی شدہ کے لیے رجم یعنی سنگساری ہے) مگر مغربی سانچے میں ڈھلے کچھ وزراء نے پھانسی کی یہ کہہ کر مخالفت کردی کہ یہ مہذب دنیا میں قابلِ قبول نہیں ہے۔

سوال یہ ہے کہ کل تک انسانی حقوق کے علمبردار اور مادر پدر آزادی کے دعویدار، انسانوں پر کسی بھی قسم کی پابندی کو گوارا نہ کرنے والے، لاک ڈاؤن پر کیسے آمادہ ہو گئے جبکہ اس کے معیشت پر بہت زیادہ منفی اثرات مرتب ہوئے ہیں۔ بات دراصل یہ ہے کہ انسان کے خود ساختہ نظام ہائے زندگی ناقص ہیں۔ صرف ایک اسلامی نظامِ حیات ہے، جو خالق جن وانس نے عطا فرمایا ہے، اور تمام جن وانس پر لازم ہے کہ وہ اسے اختیار کریں۔ بدقسمتی سے خود مسلمان جو زبانی کلامی اس نظام کو مانتے ہیں مگر اپنے ملکوں میں اس کو نافذ نہیں کر رہے ہیں وہ خود بھی اس کی برکات سے محروم ہیں اور دوسرے تمام انسانوں کو بھی محروم کیے ہوئے ہیں۔ ہمارے پڑوسی ملک افغانستان میں جب طالبان کو اقتدار ملا تھا تو انہوں نے فوراً اپنے زیر تسلط علاقے پر اسلام کے قوانین کو نافذ کیا جس کا فوری فائدہ یہ ہوا کہ امن عامہ کا مسئلہ حل ہو گیا۔ ہمارے ہاں سے لبرل سوچ رکھنے والے لوگ بھی افغانستان کے سفر سے واپسی پر یہ کہنے پر مجبور ہوئے تھے کہ اگر چند اور ممالک میں طالبان کی طرز پر اسلامی قوانین کا نفاذ کر لیا جائے تو دنیا م اسلام کے نظام کی طرف لپکے گی۔ صد افسوس کہ دوسرے ممالک نے، جن میں پاکستان سرفہرست ہے، نہ صرف یہ کہ خود اسلامی نظام کو اختیار نہ کیا بلکہ طالبان کی جائز حکومت کو ختم کرانے میں کلیدی کردار ادا کیا۔

آج ہم جن گوناگوں مسائل سے دوچار ہیں، جن میں ایک مسئلہ وبائی مرض کورونا کا بھی ہے، ان سے نکلنے کی ایک ہی صورت ہے کہ جلد از جلد اسلامی قوانین کو نافذ کیا جائے چاہے طاقت کا استعمال کرنا پڑے، جیسے کورونا سے نبٹنے کے لیے لوگوں کی مرضی کے بغیر ان کے فائدے کے لیے زبردستی لاک ڈاؤن کیا گیا۔ اللہ تعالیٰ ہمارے حکمرانوں کو دین اسلام کی سمجھ عطا فرمائے۔ آمین!

رفقاء متوجہ ہوں ان شاءاللہ

”دارالاسلام مرکز تنظیم اسلامی، 23- کلومیٹر ملتان روڈ (نزد چوہنگ)، لاہور“ میں

23 تا 25 اکتوبر 2020ء (بروز جمعۃ المبارک نمازِ عصر تا بروز اتوار نمازِ ظہر)

نقباء کورس

(نئے ومتوقع نقباء کے لیے) کا انعقاد ہو رہا ہے،

زیادہ سے زیادہ رفقاء اس میں شامل ہوں،

موسم کی مناسبت سے بستر ہمراہ لائیں

برائے رابطہ: 0321-4369865

المعلن: مرکزی شعبہ تعلیم وتربیت: 78-(042)35473375

Vol. 29 Regd. C.P.L NO. 114 No.33